ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۷ مئی ۱۹۵۷ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور

آبروئے دین

(از جناب مجید صاحب لاہوری)

پست فطرت ان بزرگوں کو بُرا کہتا ہے تُو
زندگی تھی جن کی دینِ مصطفےٰ کی آبرو

مدح کی ہے جن کی خود اللہ نے قرآن میں
ہیں ثنا خواں سرورِ عالم بھی جن کی شان میں

عزم میں جن کے نہاں تھا رازِ توقیرِ اُمم
جن کی تدبیریں بنیں تعمیرِ تقدیرِ امم

موت تھی اِک کھیل جن مردانِ غازی کے لئے
سر بکف تھے دینِ حق کی سرفرازی کے لئے

جن کا شیوہ تھا حیا اور صدق تھا جن کا شعار
حالی کو جن کے تھی شامل رحمتِ پروردگار

جن کو میدانِ وفا میں تھی نہ فکرِ بیش و کم
ہر قدم پر فتح و نصرت بڑھ کے لیتی تھی قدم

جن کی ہمّت نے بنایا مفلسوں کو شہریار
جن کی جُرائت نے بڑھایا دینِ قیّم کا وقار

بے نوائی کو دیا دونوں جہانوں کا خراج
پاؤں میں روندے سلاطینِ جہاں کے تخت و تاج

دین محبوبِ خُدا ہے قصر کی مانند اگر
تو ستوں ہیں حیدرؓ و صدیقؓ عثمانؓ و عمرؓ

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

جلد ۳ | ۱۶ شوال المکرم ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۷ مئی ۱۹۵۷ء | شمارہ ۱

اِنسدادِ غُنڈہ گردی

صوبائی پولیس کے سربراہ کی حالیہ نشری تقریر کے مطابق غنڈہ گردی کے انسداد کا کام پوری سرعت سے جاری ہے۔ امن پسند شہریوں کی جان مال اور عزت کے لئے انتظامیہ کی یہ کوششیں اطمینان بخش ہیں۔ پولیس نے عوام سے یہ درخواست کی ہے کہ وہ اس مہم میں ان سے تعاون کریں۔ اس سلسلہ میں ہم یہ گزارش کریں گے کہ عوام کیوں نہ تعاون کریں گے وہ تو دل سے اس بات کے متمنی ہیں کہ ایسے خطرناک عناصر کا فی الفور قلع قمع کیا جائے۔ البتہ جس طریقہ سے پولیس تعاون حاصل کرتی ہے وہ اس قدر ناروا ہے کہ عوام اکثر تعاون کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔ اس طرح جرائم کی بالواسطہ ترویج ہوتی ہے۔ اگر پولیس کو اطلاع دیجائے کہ فلاں جگہ خلافِ قانون حرکت ہو رہی ہے۔ تو عموماً اطلاع دہندہ کو بھی پولیس مشتبہ نظروں سے دیکھتی ہے یا کم ازکم جرم کی تحقیق کے سلسلہ میں پولیس اطلاع دہندہ کو بار بار گھسیٹتی اور جائز و ناجائز بیانات دلواتی ہے۔ ان کوفتوں کے علاوہ عوام کو ملزم کی ناراضگی سے بچانے کے لئے پولیس کوئی اقدام نہیں کرتی۔ ان قباحتوں کے پیشِ نظر اکثر شہری پولیس کو اطلاع دیتے ہوئے ہچکچاتے ہیں کہ مفت کی سردردی کون مول لے۔ اگر پولیس فی الحقیقت عوام سے تعاون چاہتی ہے۔ تو اس کو بھی اپنا رویّہ بدلنا ہوگا۔ تاکہ وہ صحیح معنوں میں قانون کی محافظ کہلانے کی حقدار بن سکے۔

انسداد غنڈہ گردی کے متعلق ہماری رائے یہ ہے کہ پولیس نامی غنڈوں کو گرفتار کر رہی ہے جو آئے دن کسی نہ کسی جرم کے سلسلہ میں قانون کی زد میں آتے رہتے ہیں۔ لیکن ہمارے معاشرے میں غنڈہ گردی کی ذہنیت پنپ رہی ہے۔ جس کا قلع قمع کئے بغیر اس بُرائی پہ پوری طرح قابو نہیں پایا جا سکتا۔ اگر چند افراد کو پکڑ لیا۔ اور ذہنیت کو پھولنے پھلنے دیا تو یہ علاج بہت عارضی ثابت ہوگا۔ غنڈہ گردی کسی نہ کسی گوشہ سے سر اُٹھاتی رہے گی۔ سب سے پہلی چیز جو اس زد میں آتی ہے۔ وہ با اجازت یا بلا اجازت عصمت فروشی ہے۔ جب تک شہروں کے مخصوص مقامات پر عصمت فروش عورتیں بیٹھی رہیں گی۔ غنڈے رات کو پھریں گے اور اُن سے ہر قسم کی غنڈہ گردی کا خطرہ لاحق رہے گا۔ اس کے علاوہ بے تحاشا سنیما بینی کا رجحان ہے اس کی وجہ مخرب الاخلاق فلموں کی عام نمائش ہے۔ بدتہذیب عناصر ایسی فلموں پر دیوانہ وار گرتے ہیں۔ جو بلا واسطہ عام غنڈہ گردی کی ذمّہ دار ہیں۔ پھر بلیک مارکیٹنگ۔ سمگلنگ اور بلیک میلنگ غنڈہ گردی کی جزئیات ہیں جو ہمارے معاشر میں نفوذ کر چکی ہیں۔ پولیس جب اس ناسور کا اپریشن کرنے کا تہیّہ کر چکی ہے۔ تو اُسے چاہیے کہ اس کا سائنٹیفک طریقوں سے مطالعہ کرے اور معلوم کرے کہ پانی کہاں کہاں مرتا ہے۔ ہمارے خیال کے مطابق صرف سختی غنڈہ گردی کا سدّباب نہیں کر سکتی۔ بیشک سختی کی جائے جہاں اصلاح کے دوسرے ذرائع بے سود ہوں۔ لیکن اخلاق اور احساس شہریت پیدا کرنا بھی بے حد مفید ہو سکتے ہیں۔ مشاہدہ کر لیجئے کہ موجودہ جیل سسٹم کم ازکم ایسی ذہنیت کو تو ختم نہیں کر سکا۔ انفرادی طور پر ایک آدھ اصلاح ہو گئی ہو تو دوسری بات ہے۔

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ غنڈہ گردی اکثر اُن با اثر افراد کی آغوش میں پرورش پاتی ہے۔ جو کسی بلدیہ صوبائی یا مرکزی اسمبلی کے رکن یا ناکامیاب امیدوار ہوتے ہیں۔ ان افراد کی رکنیت غنڈوں کی مرہون منت سمجھی جاتی ہے۔ اور جب کہ عام انتخابات آئندہ سال ہونے والے ہیں تو پولیس کا فرض ہے کہ کڑی نگرانی رکھے کہ غنڈوں اور امیدواروں کے درمیان کوئی رابطہ نہ ہونے پائے۔ اس طریقہ سے بھی خاصہ انسداد ہو جائیگا۔ اگر انتظامیہ جانفشانی اور ایمانداری سے کام کرے گی تو کوئی وجہ نہیں کہ قوم کو غنڈہ گردی کی لعنت سے نجات نہ ملے۔

جلد سوم

جلد سوم کا اولین شمارہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ ہم اللہ تعالےٰ کا بہ صمیم قلب شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اُس نے نہ صرف ہمیں اشاعتِ دین کی آج تک توفیق مرحمت فرمائی۔ بلکہ بلکہ ہر طرح سے ہماری حوصلہ افزائی بھی فرمائی۔ ہمارے قارئین گرامی قدر یہ پڑھ کر ہمارے ساتھ شکرانہ ایزدی میں شریک ہوں گے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے خدام الدین کی اشاعت میں گزشتہ سال سے سو فیصدی ترقی ہوئی ہے۔ ادارہ معاونینِ حضرات کا دلی شکریہ ادا کرتا ہے۔ جو خدمتِ دین کے سلسلہ میں ہمارا [illegible] رہے ہیں۔ ہمیں اپنی کوتاہیوں کا مکمل احساس ہے۔ جو کچھ ہم سے عمداً یا سہواً ہو گیا ہو۔ اس کی معذرت چاہتے ہیں۔ حضرات! اگر آپ کو اس جریدہ میں کوئی خوبی نظر آئے تو اسے فضل ایزدی، بزرگانِ کرام کی دُعا اور جمیع احباب کے دست تعاون کی برکت سمجھا جائے اور اگر کوئی خامی پائیں تو ہمارے افلاسِ عقل و علم اور کوتاہ نظری پر محمول کیا جائے۔

آخر میں ہم اللہ تعالےٰ سے دُعا کرتے ہیں کہ جس طرح گزشتہ دو سال اس نے ہمیں اس جریدہ کو جاری رکھنے کی توفیق فرمائی۔ اسی طرح آئندہ بھی وہ اپنے فضل سے ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

تصحیح — ۱۰ مئی کے شمارہ میں پہلے اداریہ کے عنوان میں ۱۹۵۷ء کی بجائے ۱۸۵۷ء کر لیجئے۔
۲۹ مارچ کے شمارہ میں مجلس ذکر صفحہ ۷ کالم ۲ میں واجبر کی بجائے واصبر کر لیجئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۹ شوال ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۰ مئی ۱۹۵۷ء

تحریک استخلاصِ وطن کی ابتدا

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

الحمد للہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی اما بعد - حصولِ اقتدار - استحصالِ دولت - اقتصادی برتری کے لئے یورپین اقوام بالخصوص انگریزوں نے جو نفرت انگیز انسانیت سوز مظالم کئے اور جن کا طویل سلسلہ وحشت و بربریت کی پوری سرگرمیوں کے ساتھ برابر جاری تھا - انہیں سفاکانہ مظالم نے عام مسلمانوں بالخصوص علمی طبقہ میں آزادی کی عام تڑپ پیدا کی - پہلے پہلے تو یہ خیال تھا کہ بادشاہ اور صوبہ جات کے نوابین رؤسا وغیرہ اس بدیسی یورپین ظالم قوم کا قلع قمع کر دیں گے - مگر پلاسی اور پھر بکسر پھر روہیلکھنڈ و میسور - مدراس - دکن - بمبئی وغیرہ کی لڑائیوں میں ناکامیوں نے انتہائی مایوسی پیدا کر دی - اور مصائب کے روز افزوں زلزلوں نے سخت پریشان کر دیا - ۱۸۰۳ء میں جبکہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے نمائندہ نے بادشاہ دہلی سے ملکی [illegible] کا پروانہ جابرانہ طریقہ پر لکھوا کر ملک میں اعلان کرا دیا - کہ "خلق خدا کی ملک بادشاہ سلامت کا حکم کمپنی بہادر" کا تو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان کے دارالحرب ہو جانے کا فتویٰ دیا - اور مسلمانوں کو آزادی ہند کے لئے آمادہ کرنا ضروری سمجھا -

واقعات نے بتلا دیا تھا کہ ہندوستان کے موجودہ حکام و امراء میں اب کسی میں طاقت اس بدیسی غیر مسلم ظالم قوم کے مقابلہ اور دفع کرنے کی ایسی نہیں رہی - جس پر اطمینان کیا جائے - لہٰذا مسلمانوں کو احوال پر غور کرنا اور آزادی کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنا از بس ضروری ہے - جوکہ ہر دارالحرب کے باشندوں پر لازم ہے - چنانچہ اس کے بعد سے جدوجہد شروع ہوئی - جوکہ سکھوں کے مقابلہ کے نام سے مشہور کی گئی تھی۔ اس زمانہ میں مغربی پنجاب میں سکھوں کی حکومت تھی - جوکہ انگریزوں کے حلیف تھے - اور آپس میں (انگریزوں اور راجہ رنجیت سنگھ میں) زور دار معاہدے کئے ہوئے تھے - مگر حقیقت میں سکھوں سے لڑنے کا مقصد اصلی ان بدیشیوں (انگریز) اور اُن کے معاونین سے لڑ کر ملک کو اس مصیبت سے بچانا تھا - اور رعایا پر سے اُن کے وحشیانہ مظالم کو اُٹھا دینا اور یہی حضرت سید احمد بریلوی شہید رحمۃ اللہ علیہ جوکہ اس تحریک کے سردار اور بانی ہیں اُن کے خط میں جوکہ وزیر گوالیار کے نام مدد طلب کرنے کے لئے دیکھا گیا تھا (جس کو ہم بجنسہٖ آگے ذکر کریں گے) صاف طور پر ظاہر کیا گیا ہے کہ ہمارا مقصد ہندوستان کو اس بدیشی قوم (انگریز) کے مظالم سے پاک کرنا ہے - اس کے بعد ہندو اور مسلمان مل کر بادشاہت کے لئے جس کو مناسب سمجھیں منتخب کریں اور یہی وجہ ہے کہ مجاہدین کی جماعت جوکہ یاغستان میں اب تک مقیم ہے - اور جس کو انگریز باغی کیمپ کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں - سکھوں کی حکومت کا خاتمہ ہو جانے کے بعد بھی وہاں مقیم رہے - انگریزوں نے بہت خواہش کی کہ وہ اپنے وطنوں میں لوٹ آئیں - مگر اُن کا بڑا حصہ وہیں رہ کر انگریزوں سے برسرپیکار ہوتا رہا -

حضرت سید احمد شہیدؒ اور اُن کی تحریک

حضرت شاہ ولی اللہ اور پھر شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہما نے اپنے ارشاد و ہدایت سے جس انقلابی پارٹی کی داغ بیل ڈالی تھی - آخرکار اُس نے اُنیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں سید احمد صاحب شہیدؒ اور اُن کی جماعت حقہ کے روپ میں جنم لیا - حضرت سید صاحب اور آپ کے رفقائے کار نے اپنی نواہائے آتشیں سے تمام ملک میں آگ لگا کر ایک ایسی بڑی جمعیت پیدا کر لی - جو ملک کو ہر قسم کے شر و فساد اور ظلم و جور سے پاک و صاف کر دے اور مسلمان دوسرے اربابِ مذہب کے ساتھ عزت و خود داری کی زندگی بسر کرنے کے قابل ہو سکیں - یہ زمانہ پنجاب میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی حکومت کا تھا - سیّد صاحب کو مسلسل اطلاعات پہنچ رہی تھیں - کہ مہاراجہ کی حکومت میں مسلمانوں پر ناگفتنی مظالم ہو رہے ہیں - اُن کے شعائرِ مذہبی کی اعلانیہ توہین ہو رہی ہے - اور عرصہ حیات اُن پر تنگ کر دیا گیا ہے آپ نے اپنے خلیفہ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کو ان واقعات کی تحقیق کے لئے پنجاب روانہ کیا - اور آخر جب اُنہوں نے چشم دید حالات دیکھنے کے بعد ان واقعات و مظالم کی تصدیق کر دی - تو آپ نے پنجاب کا رُخ کر دیا -

جہاد کا مقصد

لیکن اس جہاد سے سید صاحبؒ کا مقصد ملک گیری اور کوئی دنیوی منفعت بالکل نہیں تھا - چنانچہ اپنے خطوط اور خطبات و مواعظ میں آپ بار بار اس کا تذکرہ فرماتے تھے - مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری جو حضرت سید صاحبؒ کے نہایت مستند سوانح نگار ہیں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک سوال کے جواب میں سید صاحبؒ نے صاف صاف فرمایا - کہ کسی کا ملک چھین کر ہم بادشاہت کرنا نہیں چاہتے - بلکہ سکھوں سے جہاد کرنے کی صرف یہی وجہ ہے - کہ وہ ہمارے برادرانِ اسلام پر ظلم کرتے اور اذان وغیرہ مذہبی فرائض ادا کرنے میں مزاحم ہوتے ہیں - اگر سکھ اب یا ہمارے غلبہ کے بعد ان حرکات مستوجب جہاد سے باز آ جائیں گے تو ہم کو ان سے لڑنے کی ضرورت نہ رہے گی - سید صاحبؒ کا اصل مقصد چونکہ ہندوستان سے انگریزی تسلّط و اقتدار کا قلع قمع کرنا تھا - جس کے باعث ہندو اور مسلمان دونوں ہی پریشان تھے - اس بنا پر آپ نے اپنے ساتھ ہندوؤں کو بھی شرکت کی دعوت دی - اور اُس میں صاف صاف بتا دیا - کہ آپ کا واحد مقصد ملک سے پردیسی لوگوں کا اقتدار ختم کر دینا ہے - اس کے بعد حکومت کس کی ہو گی - اس سے آپ کو

غرض نہیں ہے جو لوگ حکومت کے اہل ہوں گے۔ ہندو ہوں یا مسلمان یا دونوں وہ حکومت کریںگے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں سرحد سے ریاست گوالیار کے مدارالمہام اور مہاراج دولت رائے سیندھیا کے وزیر و برادر نسبتی راجہ ہندوراؤ کو آپ نے جو خط تحریر فرمایا ہے۔ وہ غور سے پڑھنے کے قابل ہے۔ اس سے آپ کے اصلی عزائم اور ملکی حکومت کے متعلق آپ کے نقطہ نظر پر روشنی پڑتی ہے۔

(ا) یہ تحریک آزادیٔ علماء ہند کے ہاتھوں اُنیسویں صدی کے ابتدائی حصّہ سے شروع ہُوئی۔ اور اس کی سنگِ بنیاد رکھنے والے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلویؒ اور اُن کے خاندان کے لوگ اور ان کے شاگرد اور مریدین ہیں۔

(ب) اس تحریک میں فرقہ واریت اور مذہبی تنگدلی کا نام نہ تھا۔ بلکہ تمام ہندوستان اور اس کے باشندوں کو بدیشی مظالم سے جو کہ تمام ملک کو برباد کر رہے تھے۔ نجات دلانا تھا۔

(ج) اس تحریک میں غیر مسلموں کو بھی شریک کیا گیا تھا۔ اور اُن کو بلایا گیا تھا

(د) سکھوں سے جنگ فرقہ واریت کی بنا پر نہیں تھی۔ بلکہ اس بنا پر تھی۔ کہ وہ انگریزوں کے حلیف اور مددگار تھے انگریزوں نے اُن کو ہندوستان میں اپنی حکومت کی حفاظت کے لئے افغانستان کے راستہ میں آہنی دیوار اور سدِ سکندری بنایا تھا۔ اس لئے اُن کا قلع قمع کرنا لازم تھا۔ اس کے علاوہ وہ بے پناہ مظالم بھی محرک تھے جن کا وہ انتہائی بربریت کے ساتھ ارتکاب کر رہے تھے۔

(ہ) اس تحریک کا مقصد دُنیاوی مفاد ملک گیری۔ خود غرضی عہدوں اور منصوبوں کا حاصل کرنا کسی قوم کو غلام بنانا اُن کی دولت اور ذرائع دولت کو ہتھیانا ہرگز نہ تھا بلکہ محض خدا کی ہندوستانی عام مخلوق کو یورپین سپید بھیڑیوں اور اُن کے حلفا کی لوٹ مار چیر پھاڑ تذلیل و توہین وغیرہ سے بچانا تھا۔ جو کہ اعلاء کلمۃ اللہ کا عظیم ترین مقصد ہے۔ عدل و انصاف۔ امن و امان۔ انسانی ہمدردی۔ غربا پروری۔ کمزوروں کی امداد اسی مقصدِ اعلیٰ کے پھل پھول اور شاخیں ہیں۔

الحاصل دارالحرب بن جانے کے فتویٰ مذکورہ کے بعد اس کے فرائض کی انجام دہی میں غور و خوض شروع ہُوا۔ حضرت شاہ صاحبؒ اور اُن کے خاندانی حضرات اور تلامذہ اور مریدین با اخلاص میں گفت و شنید بحث و تمحیص ہونی ضروری تھی۔ اس کے بعد عام مسلمانوں کو ساتھ لینے اور اس فریضہ کی انجام دہی کے عمل میں لانے کی تدبیریں سوچی گئیں۔ اور ضروری سمجھا گیا۔ کہ عام مسلمانوں کو فریضہ مذکورہ کی دعوت دی جائے مگر جب تک مدعوین کے کیرکٹر اور اخلاق و اعمال میں استقامت اور استقلال خدا ترسی اور اخلاص وغیرہ اعلیٰ ترین اخلاق پیدا نہ ہوں تو مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور اگر بغیر اُن کے اقدام کیا گیا تو بجائے نفع کے ضرر کا سخت اندیشہ ہے۔ اس لئے ملک میں دورہ کرنا۔ ہر جگہ وعظ و نصیحت اور تبلیغ تفہیم سے لوگوں کے عقائد و اخلاق و اعمال کو درست کرنا اور ان سے عہد و میثاق لینا کہ وہ اللہ تعالےٰ اور رسول علیہ السلام کی سچی اور پکّی تابعداری کریں گے۔ چوری زنا۔ ناحق قتل کرنا۔ لوگوں پر بہتان باندھنا وغیرہ تمام بڑے بڑے گناہوں سے دُور رہیں گے۔ ضروری سمجھا گیا۔ اور اس کام کے لے حضرت سید احمد صاحب بریلویؒ مرید و خلیفہ خاص حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اور اُن کے بھتیجے محمد اسمٰعیل صاحبؒ اور داماد و بھتیجے مولانا عبدالحی صاحبؒ مرحومین کو منتخب کیا گیا۔ اوّل الذکر کو سب کا سردار اور ہر دو بزرگوں کو جو کہ بحکم حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سیّد صاحبؒ کے مرید بھی ہو گئے تھے۔ اُن کا دست و بازو بنا دیا لیا۔

صحبت موثرہ اور ملفوظات سے مادہ وصول الی اللہ پوری طرح تیار ہو گیا تھا جو کہ بھی روز میں شاہ عبدالعزیز صاحب کی

سیّد صاحبؒ کے مختصر حالات

حضرت سید صاحب مرحوم ۱۷۸۶ء میں بمقام تکیہ متصل رائے بریلی (اودھ) سادات کے معزز خاندانوں میں پیدا ہوئے ہونہاری کے اعلےٰ آثار بچپن سے ہویدا تھے۔ ۱۸۰۶ء میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز کی خدمت میں تحصیل علوم اور سلوک کی غرض سے حاضر ہُوئے۔ مقصد معلوم کرنے کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا۔ آپ کے خاندان میں تو منصب ولایت موروثی ہے۔ امید ہے کہ آپ بھی اپنے آباو اجداد کی طرح منزل مقصود پر فائز ہوں گے۔

حضرت شاہ صاحب مرحوم نے اپنے چھوٹے بھائی حضرت شاہ عبدالقادر صاحب مرحوم کے سپرد کر دیا۔ اُنہوں نے رُوحانی تعلیمات اور تلقیات کے ساتھ قرآن پاک کا ترجمہ اور حدیث و تفسیر وغیرہ پڑھائی ۱۸۰۸ء میں جبکہ آپ کی عمر ۲۲ سال کی تھی حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے بیعت ہوئے۔ چونکہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ کی حسن توجہ اور اپنی خداداد قابلیت کی بنا پر کمال پر پہنچ گئے۔ شاہ صاحب نے خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اُسی سال میں وطن مالوف واپس ہوئے۔ اور وطن میں شادی کرکے تقریباً دو برس قیام فرمایا۔ ۱۸۱۰ء میں ضروریات معاشیہ کی بنا پر نواب امیر خاں والئے ٹونک کی فوج میں ملازم ہو گئے۔ اس زمانہ میں فوجی کارناموں کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ شب بیداری کی حالت یہ تھی کہ نفلوں میں کھڑے کھڑے آپ کے پاؤں ورم کر جاتے تھے۔ [illegible] میں جبکہ نواب امیر خاں انگریزوں سے صلح کے نامہ و پیام کرنے لگے۔ تو سیّد صاحب فوجی نوکری چھوڑ کر پھر دہلی حضرت شاہ صاحب مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس آٹھ برس کی غیبوبت میں سید صاحب نے اس قدر روحانی ترقی کر لی تھی۔ کہ اُن کی روحانی نسبت اُن کے مرشدوں سے بھی بالاتر ہو گئی تھی۔ مولانا محمد یعقوب صاحب (برادر شاہ محمد اسحٰق صاحب نواسہ شاہ عبدالعزیز صاحب) فرمایا کرتے تھے شاہ عبدالعزیز صاحب کی توجہ کی تاثیر ہلکی بارش کی طرح ہوتی ہے۔ اور حضرت سید صاحب کی مثال لوہے کی پھونکنی سے دینی چاہئے۔ جو کہ فوّارہ کی طرح قلب پر پڑتی ہے۔

اسی بنا پر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے اپنے اعزاء و احباب کو اپنے بجائے سید صاحب علیہ الرحمۃ کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ حضرت مولانا شاہ محمد اسمٰعیل صاحبؒ (باوجود سیّد صاحب سے تقریباً دس برس بڑے ہونے اور علوم ظاہرہ میں بہت زیادہ ماہر ہونے کے) نیز حضرت مولانا عبدالحی صاحب مولانا وجیہ الدین صاحب مولانا محمد یوسف صاحب نبیرہ شاہ اہل اللہ صاحب وغیرہ حضرت سید صاحبؒ سے بیعت ہو گئے۔

یما یہ تحریک ہی محض آزادیٔ وطن کے لئے علماء اور فقراء اور غربا مسلمانوں نے محض بے سروسامانی کے ساتھ شروع کی تھی۔ جس سے عام لوگوں میں اس قدر جوش اور جذبہ سرفروشی پیدا ہو گیا تھا۔ کہ باوجود ہر قسم کی مشکلات اور ناکامیوں کے آخیر زمانہ تک نہیں مٹا۔ فریضہ جہاد کی انجام دہی کا یہ جذبہ ہر چھوٹے بڑے میں پایا جاتا تھا۔ خواہ مرد ہو یا عورت اعلیٰ ہو یا ادنیٰ۔ ...ری ہو یا دیہاتی۔ عوام ہو یا خواص۔ مختصر یہ کہ ہر فرد ملت اس نشہ میں سرشار تھا۔ اور اپنی اپنی بساط کے مطابق سرگرم عمل سب ایک ہی دھن میں لگے ہوئے تھے۔ اور حوادثِ روزگار اور انگریزی مظالم کے آہنی پنجہ سے بے پرواہ ہو کر جس راہ پر گامزن ہوئے۔ اس سے سرمو انحراف نہ کیا۔

ہمارے اکابر کا ۱۸۵۷ء کی تحریک میں حصّہ لینا

ہمارے تمام اکابر (علماء دیوبند سہارنپور مظفرنگر) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اور اُن کے تلامیذ کے شاگرد اور خوشہ چین رہے ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ حضرت شاہ صاحبؒ اور اُن کے خاندان کے مسلک اور علم کے خلاف چلیں۔ چنانچہ جب سیّد صاحبؒ کی تحریک جہاد شروع ہوئی تو حضرت حاجی عبدالرحیم صاحب شہید ولایتیؒ (دادا پیر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب ... حضرت شاہ نصیرالدین صاحب دہلویؒ (سابق پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ) اور بہت سے حضرات (اطراف سہارنپور مظفرنگر وغیرہ) شریک تحریک ہوئے۔ اور ساتھ ہی ساتھ سرحد میں جا کر شہید ہوئے۔ حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے اعلیٰ جذبات حریّت و جہاد اور اُن کی تعلیمات روحانیہ سے اُن حضرات کو انتہائی شغف اور حسن اعتقاد رہتا تھا۔ سرحد کی ناکامی اور آپس کی غدّاریوں سے ان حضرات کے قلب میں انتہائی قلق اور اضطراب اور ہمیشہ محسوس ہوتا رہتا تھا۔ جب انقلاب ۵۷ء کی تحریک اطراف و جوانب ہند خصوصاً اطراف دہلی میں چلنی شروع ہوئی۔ تو اُن حضرات کے جوش حریت میں نئی حرکت پیدا ہوئی۔ اُن بزرگوں نے محسوس کیا۔ کہ اس انقلاب میں حصّہ لینا فرض اور لازم ہے۔ انگریزوں کے افعال ماضیہ اور احوالِ حاضرہ پر بخوبی مطلع تھے۔ اس تمام جماعت میں حضرت حافظ ضامن صاحب قدس اللہ سرہ العزیز زیادہ پیش پیش تھے۔ (حضرت حافظ صاحب قطب العالم میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اولین اور اعلیٰ ترین خلفاء میں سے تھے۔ نسبت روحانیہ نہایت قوی اور بے مثل پائی تھی میاں جی صاحب مرحوم کی وفات کے وقت حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کی تکمیل سلوک تصوف پوری نہیں ہوئی تھی۔ تو میاں جی صاحبؒ نے حضرت حاجی صاحبؒ کو تکمیل کے لئے حافظ ضامن صاحبؒ ہی کے سپرد کیا تھا) حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریک انقلاب میں حافظ صاحب کے ہم نوا تو ضرور تھے۔ مگر پیش پیش اور اس قدر زیادہ جوش میں نہ تھے۔ اسی قصبہ تھانہ بھون میں میاں جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تیسرے خلیفہ مولانا شیخ محمد صاحب رہتے تھے۔ چونکہ تینوں حضرات پیر بھائی اور ایک ہی مقدس ہستی میاں جی صاحب کے دریوزہ گر تھے۔ اسی لئے آپس میں میل جول اتحاد و اتفاق بڑے پیمانہ پر رہتا تھا۔ مگر مولانا شیخ محمد صاحب علوم عربیہ کے باقاعدہ فاضل تھے۔ علماء دہلی سے تمام نصاب علم ظاہر پڑھ چکے تھے۔ بخلاف حضرت حافظ صاحب اور حاجی صاحب کے کہ دونوں حضرات نے علوم عربیہ کی تکمیل نہیں کی تھی۔ اگرچہ نسبت باطنیہ میں بدرجہا بڑھے ہوئے تھے۔ اس بنا پر مسائل شرعیہ میں ہر دو حضرات مولانا شیخ محمد صاحب ہی کا اتباع کرتے تھے۔ بدقسمتی سے مولانا کی رائے تھی کہ انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا ہم مسلمانوں پر فرض تو درکنار موجودہ احوال میں جائز ہی نہیں۔ اس اختلاف اور فتویٰ کی بناء پر حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کو اُن کے اوطان سے دونوں حضرات نے بلوایا۔ یہ دونوں حضرات اس سے بہت پہلے حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددیؒ اور حضرت شاہ احمد سعید صاحب مجددی اور حضرت مولانا مملوک علی صاحب اور دیگر اساتذہ دہلی سے سند فراغ علوم عقلیہ و نقلیہ حاصل کر چکے تھے۔ اور اپنی ذکاوت اور مہارت میں پوری شہرت حاصل کر کے سلوک و طریقت کی منازل بھی طے کر چکے تھے۔ جب ہر دو حضرات (مولانا نانوتوی اور مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہما) پہنچ گئے۔ تو ایک اجتماع میں اس مسئلہ پر گفتگو ہوئی۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت ادب سے مولانا شیخ محمد صاحبؒ سے پوچھا (چونکہ وہ چچا پیر تھے اس لئے ہمیشہ اُن کا ادب کیا جاتا تھا) کہ حضرت کیا وجہ ہے کہ آپ ان دشمنان دین و وطن پر جہاد کو فرض بلکہ جائز بھی نہیں فرماتے۔ تو اُنہوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس اسلحہ اور آلاتِ جہاد نہیں ہیں۔ ہم بالکل بے سروسامان ہیں۔ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا۔ کہ کیا اتنا بھی سامان نہیں ہے۔ جتنا کہ غزوۂ بدر میں تھا۔ اس پر مولانا شیخ محمد صاحب مرحوم نے سکوت فرمایا۔ اس پر حافظ ضامن صاحبؒ نے فرمایا۔ کہ مولانا بس سمجھ میں آ گیا۔ اور پھر جہاد کی تیاری شروع ہو گئی۔ اور اعلان کر دیا گیا۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو امام مقرر کیا گیا۔ اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو سپہ سالار فوج قرار دیا گیا۔ اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کو قاضی بنایا گیا۔ اور مولانا محمد منیر صاحب نانوتوی اور حضرت حافظ ضامن صاحب تھانوی کو میمنہ میسرہ (دائیں اور بائیں) کا افسر قرار دیا گیا۔ چونکہ اطراف و جوانب میں مذکورہ بالا حضرات کے تقویٰ علم (تصوف اور تشرع) کا بہت زیادہ شہرہ تھا۔ ان حضرات کے اخلاص اور للّٰہیت سے لوگ بہت زیادہ متاثر تھے۔ ہمیشہ سے انکی دینداری اور خدا ترسی دیکھتے رہے تھے۔ اس لئے ان پر بہت زیادہ اعتماد کرتے تھے۔ علاوہ مریدین اور تلامذہ کے عام مسلمان بھی بیحد معتقد تھے۔ اس لئے بہت تھوڑی مدت میں جوق در جوق لوگوں کا اجتماع ہونے لگا۔ اس وقت تک ہتھیاروں پر پابندی نہ تھی۔ عموماً لوگوں کے پاس ہتھیار تھے۔ جس کو رکھنا اور سیکھنا مسلمان ضروری سمجھتے تھے۔ مگر یہ ہتھیار پُرانی قسم کے تھے۔ بندوقیں توڑے دار تھیں۔ کارتوسی رائفلیں نہ تھیں۔ یہ صرف انگریزی فوجوں کے پاس تھیں۔ مجاہدین ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو گئے اور تھانہ بھون اور اطراف میں اسلامی حکومت

قائم کر لی گئی - اور انگریزوں کے ماتحت حکام نکال دیئے گئے - خبر آئی کہ توپ خانہ سہارنپور سے شاملی کو بھیجا گیا ہے - ایک پلٹن لا رہی ہے - رات کو یہاں سے گزرے گی - اس خبر سے لوگوں میں تشویش ہوئی - کیونکہ جو ہتھیار ان مجاہدین کے پاس تھے - وہ تلوار بندوق توڑے والی اور برچھے وغیرہ تھے - مگر توپ کسی کے پاس نہ تھی - توپ خانہ کا مقابلہ کس طرح کیا جائے گا - حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا - فکر مت کرو - سڑک ایک باغ کے کنارے سے گزرتی تھی - حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو تیس یا چالیس مجاہدین پر حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے افسر مقرر کر دیا تھا - آپ اپنے تمام ماتحتوں کو لے کر باغ میں چھپ گئے - اور سب کو حکم کیا کہ پہلے سے تیار رہو - جب میں حکم کروں - سب کے سب ایک دم فائر کرنا - چنانچہ جب پلٹن مع توپ خانہ باغ کے سامنے سے گزری تو سب نے یکدم فائر کیا - پلٹن گھبرا گئی - کہ خدا جانے کس قدر آدمی یہاں چھپے ہوئے ہیں - توپ خانہ چھوڑ کر سب بھاگ گئے - حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے توپ خانہ کھینچ کر حضرت حاجی صاحبؒ کی مسجد کے سامنے لا کر ڈال دیا - اس سے لوگوں میں اُن حضرات کی فراست ذکاوت قانون حربیہ کی مہارت معاملہ فہمی اور ہر قسم کی قابلیت کا سکّہ بیٹھ گیا - شاملی اس زمانہ میں مرکزی مقام تھا - ضلع سہارنپور سے متعلق تھا - وہاں تحصیل بھی تھی - کچھ فوجی طاقت بھی وہاں رہتی تھی - قرار پایا - کہ اس پر حملہ کیا جائے - چنانچہ چڑھائی ہوئی اور قبضہ کر لیا گیا - جو طاقت پولیس اور فوج کی وہاں تھی وہ مغلوب ہو گئی - حضرت حافظ ضامن صاحبؒ اسی ہنگامہ میں شہید ہو گئے - حضرت حافظ صاحب کا شہید ہونا تھا کہ معاملہ بالکل ٹھنڈا پڑ گیا - اُن کی شہادت سے پہلے روزانہ خبر آتی تھی کہ آج فلاں مقام انگریزوں سے چھین لیا گیا - آج فلاں مقام پر ہندوستانیوں کا قبضہ ہوا - مگر حافظ صاحب مرحوم کی شہادت کے بعد پہلے پہل خبر آئی - کہ دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا - اور یہی حال ہر جگہ کی خبروں کا تھا - اس سے پہلے گورے فوجی چھپتے پھرتے تھے - ایک ایک ہندوستانی سپاہی گوروں کی جماعت کو بھگائے پھرتا تھا - مگر بعد میں معاملہ بالکل برعکس ہو گیا - پہلے کسی کھیت میں گورا سپاہی چھپا ہوا تھا - تو کاشتکار عورت نے اپنے کھرپے سے اس کو قتل کر ڈالا - مگر بعد میں معاملات اُلٹ ہو گئے - حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے - کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ تمام معاملہ جوش و خروش جنگ و جدال کا حضرت حافظ محمد ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے لئے کیا گیا تھا - بہرحال حافظ صاحبؒ کی شہادت اور دہلی کے سقوط کی خبر سے لوگوں کی ہمتیں بالکل پست ہو گئیں - اور سب اپنے اپنے اوطان کو واپس آ گئے - انتہی ملخصاً من نقش حیات من اولہ الی ہذا المقام

ضرورت قیام دار العلوم دیوبند

تاریخ قیام دار العلوم سنہ ۱۸۶۷ء یوم پنجشنبہ

سلطنت مغلیہ کے آخری چراغ کو گل ہوئے ۱۳ سال گزر گئے - ہندو اور مسلمان حریت اور استخلاص وطن کی آخری جدوجہد میں ناکام ہو چکے - سبز رنگ کا قومی نشان صلیبی نشان کے سامنے سرنگوں ہو چکا - دہلی کے لال قلعہ پر اسلامی پرچم کی بجائے یونین جیک لہرا رہا ہے - ایک ایک کر کے ہر شخص کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا - یا جلاوطن کر دیا گیا - جس نے تحریک حریت میں کوئی بھی جدوجہد کی تھی - سینکڑوں علماء ہیں - جنہوں نے دار و رسن کی مظلومانہ موت کو لبیک کہا - اور جام شہادت پی کر ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئے - ہزاروں خاندان ہیں جو جاہ و جلال کی سربلندیوں کی بجائے بے کسی تباہی اور خانہ بربادیوں کی پستیوں میں گر کر اِنَّ الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا وجعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ کے فطری اصول کا تختہ مشق بن چکے -

مختصر یہ کہ انقلاب کی تباہ کاریوں نے مسلمانوں کو اس درجہ پیس ڈالا کہ عمل تو درکنار سیاست کے نام سے بھی وہ لرزنے لگے -

خفیہ پولیس کے انسانیت سوز کارناموں نے اوقات سحر میں بھی بد دعا کو موت کے مرادف بنا دیا - ہندوستان کے طول و عرض پر عیسیٰ مسیح کے مذہب کا جھنڈا لہرانے کے شوق میں عیسائی اور مسلم نما پادری سانپ بچھو کی طرح ظلمت کدہ ہند کے چپہ چپہ میں رہنے لگے - نظام تعلیم کی تباہی نے ایک عام جہالت کی چادر تمام ہندوستان پر تان دی - شاہ عالم کے معاہدہ کے برخلاف حکومت کی زبان انگریزی قرار دے کر عربی اور فارسی کے تمام مکاتب و مدارس کو پیغام فنا سُنا دیا گیا - علماء ملت کو دیہاتی جاہل سے بھی زیادہ بے حیثیت کر دیا گیا - سکولوں اور کالجوں کا کورس وہ تجویز کیا گیا - جو مسلمان بچوں کو عیسائی نہ بنا سکے تو کم از کم اُن کی رائے میں اتنی تبدیلی ضرور پیدا کر دے کہ وہ اپنے مذہب کو لغو سمجھنے لگیں -

ایک مصیبت تھی - تباہی تھی - جس میں مسلمانان ہند پہلی مرتبہ مبتلا ہوئے تھے تمام چارے ختم ہو گئے تھے - تقدیر تدبیر پر غالب آ چکی تھی -

حیرانی تھی کہ جب شجر اسلام کی آبیاری نہ ہو - تو اسلام سوز بادسموم کے تیز و تند جھونکوں میں اس نخل نو کا بقا کہاں تک -

ہاں کچھ وہ بھی تھے کہ اُن کے مقدس ایمان کے نور فراست نے دیدہ بصیرت کو اس قدر تیز کر دیا تھا - کہ مستقبل بعید کو اپنے تدبر و تفکر کے آئینہ میں حال کی طرح دیکھ رہے تھے - دشمنان اسلام اگرچہ اسلام کے فنا کر دینے کا فیصلہ کر چکے تھے - لیکن اسلام اپنے پاکبازوں کے ذریعہ سے اپنا اعجاز دکھانا چاہ رہا تھا - اور بلا شبہ وہ ایک جدید حیات کے لئے مچل رہا تھا ؎

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

اُنہی پاکبازوں کی پیشانیاں سربسجود ہوئیں - اوقات سحر میں قاضی الحاجات کی بارگاہ میں دست دعا بلند کئے گئے - اُن کے تفرع اور ابتہال پر لطف الٰہی کا ترشح سرزمین ہند کی طرف منعطف ہوا - اور ہندوستان میں تحفظ اسلام کی ایک تجویز پر عمل درآمد شروع ہو گیا - یوں کہو - رسالت عظمیٰ کے عہد مقدس کا ایک صفحہ ان کی آنکھوں کے سامنے آ گیا -

تجویز کردہ لائحہ عمل

سیاست کے نام پر کوئی تحریک

انگریزی پالیٹکس میں حرام تھی - تنظیم قوم اوّل تو خود خطرناک چیز تھی - پھر مقصد کے بغیر تنظیم ناممکن تنظیم بذات خود کبھی بھی کامیاب نہیں ہوتی ہاں کوئی مقصد خود بخود نظم پیدا کر دیا کرتا ہے - محض وعظ و تبلیغ یا فتویٰ نویسی موجودہ نسلوں کے لئے مفید ہو جاتی ہے - مگر آئندہ کے لئے ان چیزوں میں تحفظِ ملّت کی کوئی قوّت نہیں -

ہاں ایک چیز اور صرف ایک چیز تھی جس کا نقشہ عہد رسالت (علیٰ صاحبہا الف الف صلوٰۃ والسلام) میں صفہ کی صورت میں نظر آیا تھا -

اب اسکو مدرسہ کی شکل دے دی گئی

یعنی محض اللہ کے توکل پر مذہبی مدارس کا ایک سلسلہ قائم کیا جائے - جو مسلمانوں کو مسلمان اور اسلام کو اپنی حقیقت کے ساتھ باقی رکھ سکے -

اسی نقطۂ نگاہ سے

دیوبند میں دارالعلوم سہارنپور میں مظاہر العلوم، مراد آباد میں مدرسہ قاسم العلوم عرف مدرسہ شاہی قائم کیا گیا -

دارالعلوم دیوبند کی اہمیت

بے شک ہندوستان میں گیارہ سو برس مسلمانوں کی شاندار حکومت قائم رہی - مگر کیا کوئی درسگاہ ملتی ہے - جس میں اس اہتمام کے ساتھ حدیث و تفسیر کی تعلیم ہوتی ہو - بے شک مدارس لاکھوں تھے - چپہ چپہ پر سکول تھا - مگر افسوس ہندوستان کے طول و عرض میں دارالحدیث یا دارالتفسیر ایک بھی نہ تھا - ہاں بے شک مصر و بغداد میں بڑی بڑی درسگاہیں قائم ہوئیں - جامع ازہر آج بھی اپنی جامعیت میں شہرہ آفاق ہے لیکن ان تمام کا قیام و بقا حکومت کے خزانوں پر تھا - سوال تو یہ ہے کہ بےکس و بے درماں مفلس قوم کا مدرسہ جو اپنی خدمات میں جامع ازہر جامع نظامیہ اور قرطبہ کی یونیورسٹیوں سے بازی لے جائے - کیا اسلامی تاریخ میں اس سے پہلے کہیں وجود میں آیا ہے - یہ اسلام کا معجزہ ہے - جو سرزمین ہند میں ظاہر ہوا - اور جس نے تمام عالم اسلامی کو اپنی طرف متوجہ کیا -

انتہی ملخصاً من علماء حق حصّہ اوّل

دارالعلوم دیوبند کے متعلق حضرت مولانا ظفر علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت -

چٹان ۱۳- جون ۵۴ء صفحہ ۱۱

دیوبند

شاد باش و شاد زی اے سرزمین دیوبند
ہند میں تو نے کیا اسلام کا جھنڈا بلند
ملّتِ بیضا کی عزّت کو لگائے چار چند
حکمتِ بطحا کی قیمت کو کیا تو نے دوچند
اسم تیرا بامسمّیٰ ضرب تیری بے پناہ
دیو استبداد کی گردن ہے اور تیری کمند
تیری رجعت پر ہزار اقدام ہو جاں سے نثار
قرن اوّل کی خبر لائی تری اُلٹی زقند
تو علمبردارِ حق ہے حق نگہباں ہے تیرا
فیل باطل سے پہنچ سکتا نہیں تجھ کو گزند
ناز کر اپنے مقدر پر کہ تیری خاک کو
کر لیا اُن عالمان دین قیّم نے پسند
جان کر دینگے جو ناموس پیمبر پر فدا
حق کے رستہ میں کٹا دینگے جو اپنا بند بند
کفر ناچا جن کے آگے بارہا تگنی کا ناچ
جس طرح جلتے توے پر رقص کرتا ہے سپند
اس میں قاسم ہوں کہ انور شاہ کہ محمود الحسن
سب کے دل تھے دردمند اور سب کی فطرت ارجمند
گرمیٔ ہنگامہ تیری ہے حسین احمد سے آج
جن سے پرچم ہے روایات سلف کا سربلند

ہندوستان کے دارالحرب ہو جانے پر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کا فتوےٰ

"جب کافر کسی اسلامی ملک پر قابض ہو جائیں - اور اس ملک اور ملحقہ اضلاع کے لئے یہ ناممکن ہو - کہ وہ ان کو اس سے نکال سکیں یا ان کو باہر نکالنے کی کوئی امید باقی نہ رہے اور کافروں کی طاقت میں یہاں تک اضافہ ہو جائے - کہ وہ اپنی مرضی سے اسلامی قوانین کو جائز یا ناجائز قرار دیں - اور کوئی انسان اتنا طاقتور نہ ہو - جو کافروں کی مرضی کے بغیر ملک کی مالگزاری پر قبضہ کر سکے - اور مسلمان باشندے اس امن و امان سے زندگی بسر نہ کر سکیں - جیسا کہ وہ پہلے کرتے تھے - تو یہ ملک سیاسی اعتبار سے دارالحرب ہو جائے گا - ماخوذ از نقش حیات جلد دوم صہ

اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے بھتیجے مولانا عبدالحی صاحب کا فتویٰ

"عیسائیوں کی پوری سلطنت کلکتہ سے لے کر دہلی اور ہندوستان خاص سے ملحقہ ممالک (یعنی شمال مغربی سرحدی صوبے) تک سب کی سب دارالحرب ہے - کیونکہ کفر اور شرک ہر جگہ رواج پا چکا ہے اور ہمارے شرعی قوانین کی کوئی پروا نہیں کی جاتی - جس ملک میں ایسے حالات پیدا ہو جائیں وہ دارالحرب ہے"

الحمد للہ اوّلاً و آخراً ظاہراً و باطناً - ربّنا تقبّل منا انک انت السمیع العلیم

شکر گزاری کی برکتیں

(از جناب عبدالرحمٰن صاحب بی اے بی ٹی پرنسپل عثمانیہ کالج شیخوپورہ)

(گزشتہ سے پیوستہ)

۲- حضرت ایوبؑ کو حق تعالےٰ نے دُنیا میں سب طرح آسودہ رکھا تھا - کھیتی مواشی، لونڈی، غلام، اولاد صالح اور بیوی مرضی کے موافق عطا کی تھی - حضرت ایوبؑ بڑے شکر گزار بندے تھے - لیکن اللہ تعالےٰ نے ان کو آزمائش میں ڈالا - کھیت جل گئے مواشی مر گئے اور اولاد اکٹھی چھت کے گرنے سے دب مری، دوست آشنا الگ ہو گئے - بدن میں آبلے پڑ کر کیڑے پڑ گئے - ایک بیوی رفیق رہی آخر میں وہ بیچاری بھی اُکتانے لگی - مگر حضرت ایوبؑ جیسے نعمت میں شاکر تھے ویسے ہی بلا میں صابر رہے - جب تکلیف و اذیت اور دشمنوں کی شماتت حد سے گزر گئی بلکہ دوست بھی کہنے لگے کہ یقیناً ایوب نے کوئی ایسا سخت گناہ کیا ہے جس کی سزا ایسی ہی سخت ہو سکتی تھی - تب دعا کی - رَبِّ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ - رب کو پکارنا تھا کہ دریائے رحمت اُمنڈ پڑا - اللہ تعالےٰ نے مری ہوئی اولاد سے دوگنی اولاد دی، زمین سے چشمہ نکلا - اُسی سے پانی پی کر اور نہا کر تندرست ہوئے - بدن کا سارا روگ جاتا رہا - ایوبؑ پر مہربانی ہوئی اور تمام بندگی کرنے والوں کے لئے ایک نصیحت اور یادگار قائم ہو گئی - کہ جب کسی نیک بندے پر دُنیا میں بُرا وقت آئے تو ایوبؑ کی طرح صبر و استقلال دکھلانا اور صرف اپنے پروردگار سے فریاد کرنی چاہیئے - حق تعالےٰ کی مہربانی پر نظر عنایت [illegible]

مجلسِ ذکر

منعقدہ جمعرات مورخہ ۸ ۔ شوال ۱۳۷۶ھ مطابق ۹ مئی ۱۹۵۷ء

شرعی نقطۂ نگاہ سے پہلوان کون ہے اور دولتمند کون

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
ٱلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْد ۔ اللہ تعالٰے ہمیں اپنے دروازہ
حاضر ہونے کی توفیق عطا فرماتے ہیں۔
اس کا فضل ہے

مجالسِ ذکر کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے ۔کہا۔
[رس]ول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
[اللہ] تعالٰے کے فرشتوں کی ایک جماعت
ہے ۔ جو راستوں میں ان لوگوں کو تلاش کرتی
[پھر]تی ہے جو ذکر الٰہی کرتے ہیں ۔پس جب
کسی جگہ ذکرِ الٰہی کرنے والے لوگوں کو پالیتے
[ہیں] تو اپنے ساتھیوں سے پکار کر کہتے ہیں۔ آؤ
[اپ]نے مقصد کی طرف آؤ ۔ پس وہ فرشتے
[ا]پنے پروں سے ذکر الٰہی کرنے والوں
[کو] ڈھانپ لیتے ہیں اور آسمانِ دُنیا
[تک] پھیل جاتے ہیں ۔ ان کا پروردگار
[ان] سے پوچھتا ہے ۔ حالانکہ وہ ان سے
[اور] وہ اپنے بندوں کے حال سے واقف
[ہو]تا ہے ۔ کہ میرے بندے کیا کہہ رہے
[تھ]ے ۔ فرشتے کہتے ہیں یا الٰہ العالمین وہ تیری
[پاکی] بیان کر رہے تھے ۔ تیری عظمت و بزرگی
[کا] ذکر کر رہے تھے ۔ تیری تعریف کرتے
[تھ]ے۔ اور عظمت کے ساتھ تجھ کو یاد کر رہے تھے
[پھر] اللہ تعالٰے فرشتوں سے پوچھتا ہے ۔
[کیا] انہوں نے مجھ کو دیکھا ہے ۔ فرشتے عرض
[کر]تے ہیں ۔ قسم ہے خدا کی انہوں نے تجھ کو
[نہیں] دیکھا ۔ اللہ تعالٰے فرماتے ہیں اگر وہ
[مجھ] کو دیکھ لیتے تو اُن کا کیا حال ہوتا ۔
[فرشت]ے عرض کرتے ہیں اگر وہ تجھ کو دیکھ
[لیتے] تو تیری بہت زیادہ عبادت کرتے اور
[بہت] زیادہ تیری بزرگی اور پاکی بیان کرتے
[پھر] اللہ تعالٰے فرماتے ہیں کہ وہ مجھ سے
[کیا] مانگتے ہیں ۔ فرشتے عرض کرتے ہیں ۔ وہ
[تجھ] سے جنت مانگتے ہیں ۔ اللہ تعالٰے

پوچھتے ہیں کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے
فرشتے عرض کرتے ہیں کہ نہیں خدا کی قسم
اُنہوں نے جنت کو نہیں دیکھا ہے ۔ خدا تعالٰے
فرماتے ہیں اگر وہ جنت کو دیکھ لیتے تو اُن
کا کیا حال ہوتا ۔ فرشتے عرض کرتے ہیں اگر
وہ جنت کو دیکھ لیتے تو جنت کی خواہشِ طلب
اور اس کی رغبت ان میں بہت بڑھ جاتی ۔
پھر اللہ تعالٰے پوچھتے ہیں وہ کس چیز سے
پناہ مانگتے ہیں ۔ فرشتے عرض کرتے ہیں ۔
دوزخ کی آگ سے ۔ اللہ تعالٰے پوچھتے
ہیں کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے ۔ فرشتے
عرض کرتے ہیں نہیں ۔ خدا کی قسم اے
پروردگار اُس کو اُنہوں نے نہیں دیکھا
ہے ۔ اللہ تعالٰے فرماتے ہیں اگر وہ دوزخ
کو دیکھ لیتے تو ان کا کیا حال ہوتا ۔ فرشتے
عرض کرتے ہیں اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیتے
تو وہ اُس سے بہت زیادہ بھاگتے ۔
اور بہت زیادہ خوفزدہ ہوتے ۔ اللہ تعالٰی
فرماتے ہیں میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں
نے ان کو بخش دیا ۔ ان فرشتوں میں سے
ایک فرشتہ عرض کرتا ہے ۔ ان لوگوں میں
ایک ایسا بھی شخص تھا ۔ جو ان میں شامل
نہ تھا ۔ راہ چلتا کھڑا ہو گیا تھا ۔ اللہ تعالٰی
فرماتے ہیں کہ ذکر کرنے والے ایسے
بیٹھنے والے ہیں کہ اُن کے پاس بیٹھنے والا
بھی محروم نہیں رکھا جاتا (بخاری ومسلم)

اللہ تعالٰے تو چاہتے ہیں کہ اس
کے سارے بندے نیکی کی توفیق پائیں ۔
اور نیکی کر کے جنت کے وارث بن جائیں
نیکی کی توفیق اللہ تعالٰے کا فضل ہے ۔ اس
کے لئے ہمیں اس کا شکر ادا کرنا چاہئیے
لیکن اکثریت کو یہ توفیق نہیں ہوتی ۔ جس طرح
ماں تو یہ چاہتی ہے ۔ کہ اس کی ساری اولاد
اس کے پاس بیٹھ کر دونوں وقت کھانا
کھائے ۔ لیکن اس کا ایک لڑکا دق میں
مبتلا ہے ۔ وہ سب کے ساتھ شامل
ہو کر کھانا کھانے کے قابل ہی نہیں تو
ماں بیچاری کیا کرے ۔ اسی طرح اکثر اس

قابل نہیں ہوتے کہ ان کو نیکی کی توفیق عطا
کی جائے ۔ مثلاً ایک شخص کی خوراک اور
لباس میں حرام ملا ہوا ہے ۔ اللہ تعالٰے
نہیں چاہتے کہ وہ اس کے دروازہ پر
آئے ۔ حدیث شریف میں آتا ہے ۔

عن ابی ھریرۃ ۔ قال قال رسول اللہ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ لَا
یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا ۔ الحدیث (رواہ مسلم)

(ترجمہ ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے
کہا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔
اللہ تعالٰے پاک ہے ۔ نہیں قبول فرماتا ۔ مگر
پاک چیز کو)

ایک شخص غلاظت میں ملوث ہو تو آپ
اس کو قریب نہیں آنے دیتے ۔ دُور ہٹا
دیتے ہیں ۔ اگر اس کے جسم اور کپڑوں پر
غلاظت کے انبار لگے ہوئے ہیں کوڑ در کوڑ
اور تہ بر تہ اس پر غلاظت چڑھی ہوئی ہو
تو اس کو آپ اور دُور ہٹائیں گے ۔ آپ
کا ایک چھوٹا سا بچہ ہو ۔ اس کے ہاتھ
غلاظت میں بھرے ہوئے ہوں ۔ وہ اگر
آپ کی چائے یا دودھ کی پیالی کو ہاتھ
لگانا چاہے تو آپ نہیں لگانے دینگے ۔
یا اس کو دُور ہٹا دیں گے یا پیالی اُٹھا کر
خود اس سے دُور چلے جائیں گے ۔ منی کے
قطرہ سے پیدا ہونے والے اے انسان
اگر تجھ میں اتنی نزاکت ہے تو اللہ تعالٰی
جو نازکوں کا خالق ہے کیا اس کو جنت
کے لئے گندے بندے چاہئیں ؟ حرام
کھا کھا کر جس کے جسم سے بو آتی ہو ۔ اللہ
تعالٰے اس کو اپنے دروازہ پر کیسے آنے کی
توفیق عطا فرمائے ۔ خوش نصیب ہیں ۔ جو
دروازۂ الٰہی پر آتے ہیں ۔ اللہ تعالٰی مجھے
اور آپ کو اس قابل بنائے ۔ آمین یا الٰہ العالمین
اس قسم کی مجالس کہاں ملتی ہیں ۔ یہ مجلس
اصلاحِ حال کے لئے ہے ۔

یہ تو تمہید تھی ۔ اب میں اصل چیز جو
مجلس کے مناسب حال عرض کرنا چاہتا ہوں
ظاہر کی صفائی اور چیز ہے ۔ باطن کی صفائی
اور چیز ہے ۔ ظاہر کی صفائی آسان ہے اور
باطن کی مشکل ۔ جو احباب ہمیشہ آتے ہیں
اُن کو پتہ ہے کہ انسان کے اندر کیا کیا
بیماریاں ہیں ۔ الحمد للہ یہ سلسلہ کیا ہے ۔ کہ
روز نہاؤ ۔ بوٹ روزانہ پالش کیا جائے ۔
کنگھی روزانہ کئی بار کی جائے ۔ اس کی پرواہ
نہیں اندر پاک ہو یا نہ ہو ۔ جو امراضِ
روحانی سے شفا پانے کے متمنی ہیں یہ
مجلس ان کے لئے منعقد کی جاتی ہے جس

امراض جسمانی کے لئے معالج ایم بی بی ایس ڈاکٹر اور حکیم ہوتے ہیں۔ اسی طرح بعض اللہ تعالےٰ کے بندے امراض روحانی کے معالج ہوتے ہیں۔ اس فن کے حاصل کرنے کے لئے عمریں صرف کرنی پڑتی ہیں۔ ان حضرات کو صوفیائے عظام کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ

(سورہ الذٰریٰت رکوع ۳ پارہ ۲۷)

ترجمہ۔ اور ہم نے ہی ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا ہے)

(۳) ارشادِ باری تعالےٰ کے ماتحت ہر اصل کے مقابلہ میں نقل۔ ہر کھرے کے مقابلہ میں کھوٹا۔ حق کے مقابلہ میں باطل توحید کے مقابلہ میں کفر موجود ہے۔ صوفیائے عظام میں بھی بعض کھرے اور بعض کھوٹے ہوتے ہیں۔ انسان وہ اچھا ہے۔ جس کا دل اچھا ہے۔ ایک شخص بظاہر کتنا ہی اچھا ہو اگر اندر کوئی مہلک بیماری ہے تو اس کو کوئی اچھا نہیں کہیگا۔ لڑکی بظاہر خوبصورت ہو اور والدین بھی امیر ہوں کافی سے زیادہ جہیز ملنے کی امید ہو۔ لیکن اگر یہ معلوم ہو جائے کہ وہ دق کی مریضہ ہے تو کوئی بھی اُس کو بہو بنا کر گھر میں لانے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ اسی طرح لڑکا بظاہر خواہ کتنا ہی اچھا ہو۔ لیکن اگر وہ دق کا مریض ہے تو کوئی اُس کو داماد بنانے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ اے انسان اگر منی کے قطرہ سے پیدا ہو کر تیرے اندر اتنی نازک مزاجی ہے تو کیا اللہ تعالےٰ کے اندر اتنی نزاکت نہیں ہے کہ وہ جنت میں گندے انسانوں کو داخل کر دے گا۔

غصّہ بھی ایک روحانی بیماری ہے۔ بعض لوگ زود رنج مغلوب الغضب ہوتے ہیں۔ اور جھٹ آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عن ابو هریرۃؓ قَالَ قَالَ رسولُ اللّٰہ صلّی اللہ عَلَیْہِ وسلم لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرَعَۃِ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِکُ نَفْسَہٗ عِنْدَ الْغَضَبِ (متفق علیہ)

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پہلوان وہ نہیں جو لوگوں کو پچھاڑ دے۔ بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصّے کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے) غصّہ کی اصلاح ہادی کر دیتا ہے۔ ہادی کی صحبت میں انسان اس طرح ہو جاتا ہے۔ کہ منہ سے کسی کے خلاف دل آزاری کا کوئی لفظ نہ نکلنے پائے اور نہ ہاتھ کسی کے خلاف اُٹھے۔ آج کا یہی سبق ہے۔ قرآن مجید میں بہشتیوں کی صفات میں سے ایک صفت کظم غیظ ہے۔ وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ (سورہ آل عمران رکوع ۱۴ پ ۴)

(ترجمہ۔ اور غصّے کو پی جانے والے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کی مراد کے شارح ہیں۔ اس لئے آپؐ کے ارشاد کا بھی وہی مطلب ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کے فرمان کا ہے۔ عام طور آپ انسانوں کو دیکھیں گے کہ غصّہ میں قابو میں نہیں رہتے۔ بعض کا تو دماغ مختل ہو جاتا ہے۔ حتّٰی کہ غصّہ میں بیوی کو طلاق دے دیتے ہیں۔ اس کے بعد پھر علمائے کرام سے اپنی مرضی کے مطابق فتویٰ حاصل کرنے کے لئے تگ و دو کرتے ہیں۔ یہ باطن کی بیماری ہے۔ ہادی اس کی اصلاح کر دیتا ہے۔ لیکن ہادی ملنے مشکل ہیں۔ اور مُضِل ملنے آسان۔ مَیں چالیس سال سے لاہور میں رہتا ہوں۔ یہاں ایک بھی ہادی نہیں۔ کیونکہ تمہیں اُس کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالےٰ کو کیا پڑی ہے کہ وہ اُن کو تمہارے پاس بھجوا کر اُن کی توہین کرائے۔ تاجر اپنا مال وہاں لے جاتا ہے جہاں اس کی مانگ ہوتی ہے۔ کیا کبھی یہ بھی دیکھا کہ دیہات میں جوہری زیورات لے کر گیا ہو وہاں تو گاجر مولی جاتے ہیں۔ نقلی ہادی تو بڑے ملیں گے۔ پنجاب میں عام طور پر مشہور ہے کہ پیر ضرور ہونا چاہئے۔ خواہ شیطان ہی کیوں نہ ہو۔

اس آئینہ میں منہ دیکھئے۔ بہشتیوں کی یہ صفت نہیں کہ غصّہ آنے نہ پائے بلکہ وہ اس صفت سے متصف ہوتے ہیں۔ کہ غصّہ آئے اور اس کو پی جائیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس صفت سے متصف بنائے۔ ایک دو روز ہادی کی صحبت میں رہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ مدت مدید تک صحبت میں رہنے سے کامل کا عکس آتا ہے۔ اسی کو فیض کہتے ہیں۔ کامل نگرانی بھی کرتا ہے۔ اور کچھ ریاضت بھی کرواتا ہے اس طرح آہستہ آہستہ رنگ چڑھ جاتا ہے۔

دُنیا دار کو جب کسی کے خلاف غصّہ آ جائے تو اس کو ذلیل اور بدنام کرتا ہے اس طرح اس کا نامۂ اعمال میلہ ہوتا جاتا ہے۔ اللہ والوں کے پاس اس کا علاج ہے۔ ان گنہگار آنکھوں نے علاج شدہ دیکھے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ

(سورہ الشوریٰ رکوع ۴ پارہ ۲۵)

ترجمہ۔ اور تم پر جو مصیبت آتی ہے۔ وہ تمہارے ہی کاموں سے آتی ہے۔ اور وہ بہت سے گناہ معاف کر دیتا ہے)

ہادی طبیعت کا رُخ پھرا دیتا ہے۔ پھر انسان پیچھے مُڑ کر دیکھتا ہے تو سمجھ آ جاتی کہ یہ میرے ہی گناہ کی تصویر ہے۔ مَیں اپنا ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔ مَیں ان دنوں دہلی میں رہتا تھا۔ میرا بڑا لڑکا مولوی حبیب اللہ ان دنوں سودا لانے کے قابل نہ تھا۔ ایک دن میری بیوی نے کہا۔ کہ بازار سے سودا لا دیجئے۔ اس سے پہلے میرے دل میں ایک شیطانی خیال آیا۔ خدا کے فضل سے مَیں نے اس کو رد کر دیا۔ اس کے بعد مَیں بازار میں سودا لینے چلا گیا۔ جس دوکان سے مَیں نے سودا لینا تھا اس پر بہت بھیڑ تھی۔ مَیں ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ کہ ذرا بھیڑ کم ہو تو سودا لے کر گھر جاؤں۔ ایک کُتّا آیا اور اُس نے میری پنڈلی پر "چک" (پنجابی) مارا۔ مَیں نے مُڑ کر دیکھا تو چھوڑ کر ایک طرف جا بیٹھا۔ اور بھی لوگ وہاں کھڑے تھے۔ کُتّے نے صرف مجھے ہی کاٹنے کی کوشش کیوں کی؟ مجھے اللہ تعالےٰ نے اس وقت یہ سمجھایا کہ یہ تیرے اس خیالِ فاسد کی تصویر ہے۔ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ

(سورہ یوسف رکوع ۱۱ پارہ ۱۳)

ترجمہ۔ میرے اس سے قبل والے خواب کی یہ تاویل ہے۔

خیال دل میں آیا اس کی تصویر کتے کی شکل میں سامنے آئی۔ چونکہ مَیں نے اس خیالِ فاسد کو اللہ تعالےٰ کے فضل سے رد کر دیا تھا۔ اس لئے کتے نے مجھے کاٹا نہیں۔

یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ ہر تکلیف انسان کے اپنے گناہ کی تصویر ہوتی ہے۔ فارسی میں کسی نے خوب کہا ہے ع

تو از حکمِ داور گردن مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

اگر یہ باتیں حال بن جائیں۔ تو پھر انسان غصّہ نہ کرے گا۔ اس طرح غصّہ آہستہ آہستہ فنا ہوتا جائیگا۔

عقیدت۔ ادب اور اطاعت سے فیض آتا ہے۔ یہ ایک نسخہ ہے جس کو عام انسان نہیں سمجھتے۔ مَیں سمجھ سے عرض کر رہا ہوں۔ یہ ایک چیز تھی جو آج مَیں نے عرض کرنی تھی

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

مُحسنۂ کائنات

(از جناب ماسٹر لال دین صاحب بی اے۔ بی ٹی خانقاہ ڈوگراں)

قسط نمبر ۲۱

سین

"بشیر دو دن کے بعد آ جاتا ہے۔ نذیراں اُس کی آمد پر پورے غیض و غضب کا اظہار کرتی ہے۔ مگر بشیر اُس کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہے۔ نذیراں طیش میں آکر ممکن تھا کہ گھر سے نکل جاتی۔ مگر اپنی عمر پر غور کر کے (چار بچوں کی ماں بن چکی ہے) اُدھر اپنے میکے میں اپنی بھاوج کی بدسلوکی کو یاد کر کے اور ساتھ ہی حمیدہ پڑوسن کی نصیحت بھری گفتگو کا خیال کر کے گھر بار نہیں چھوڑتی مگر بار بار کوشش کرتی ہے کہ بشیر پہلے کی طرح اس کی رائے کے تابع ہو جائے بشیر شام کے بعد اپنی والدہ سے صفیہ اور زہرہ کے متعلق باتیں کر کے سو جاتا ہے"

ھاجراں۔ (ہاجراں کا چہرہ خوشی سے تمتما اُٹھا) بسم اللہ۔ میرا چاند آیا۔ بسم اللہ میرا بابو آیا۔

بشیر۔ اماں جان سلام عرض کرتا ہوں۔ (آگے بڑھ کر ماں کے گلے سے چمٹ گیا۔ ہاجراں نے پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور فرطِ محبت میں اپنی آنکھیں پونچھیں)

ھاجراں۔ بیٹا جیتے رہو۔ تیرے بچے جیتے رہیں۔

نذیراں۔ (اندر سے باہر نکل کر) صفیہ رانڈ ہو گئی تھی؟ زہرہ کے بچوں کی سناؤنی آئی تھی؟

بشیر۔ (اپنی ماں کی چارپائی پر بیٹھ کر) ہوش سے بات کر ہوش سے

نذیراں۔ نہ کھیتی باڑی کی فکر۔ نہ مال مویشی کا خیال۔ تیری عقل پر پتھر پڑیں۔ تجھے کیا سُوجھی؟

ھاجراں۔ بیٹا۔ مَیں تو پہلے ہی ڈرتی تھی اور تجھ کو منع کرتی تھی۔

نذیراں۔ تیرا جادُو چل گیا۔ اب تو رہیگی یا مَیں رہوں گی۔ تیرے بچوں کو کھاؤں۔ تو نے ساری عمر میرا پیچھا نہ چھوڑا۔ اُدھ بلا کہیں کی۔

بشیر۔ شرم کر شرم۔ خدا سے ڈر۔ مسلمان عورت ہو کر یوں زبان درازی کرتی ہے؟

نذیراں۔ تُو مجھ کو طلاق دے۔ اور کوئی شرم والی لے آ۔

بشیر۔ میری ماں کے متعلق تیرا رویّہ اب تک جو رہا ہے اُس کو بدل دے ورنہ پچھتائے گی۔

نذیراں۔ اُسّے تیری ماں۔ تیری بہنیں۔ مَیں پچھتاؤں گی؟ یا تیرے باپ کی لاش کو قبر سے باہر نکال کر آگ لگاؤں گی۔ جو مجھے اس منحوس گھر میں بیاہ کر لایا۔

بشیر۔ نذیراں کچھ حیا کر۔ تیری ماں بھی میری ماں کی طرح بُوڑھی ہے۔ مَیں اُس کی عزّت کرتا ہوں۔ تیرے باپ کی بھی عزّت کرتا ہوں۔ مگر تو کچھ ایسی بدفطر ہے کہ میرے بزرگوں کے مُنہ پر اُن کو گالی گلوچ کرنے سے بھی گریز نہیں کرتی۔

ھاجراں۔ بیٹا۔ میرا تو اس نے ناک میں دم کر رکھا ہُوا ہے۔ مگر میں نے تجھ کو کبھی نہیں بتایا۔ اللہ تعالےٰ اس کو ہدایت دے۔ بات بات پر لڑتی ہے۔ ہمیں تو یوں سمجھتی ہے۔ جیسے ہم اس کے دشمن ہیں۔

(اتنے میں سعید بھی مدرسہ سے واپس آجاتا ہے۔ اور بشیر اُٹھ کر سعید کو گلے لگا لیتا ہے۔ نذیراں یہ منظر دیکھ کر غصّے سے پاگل ہو رہی ہے)

نذیراں۔ تجھے موت آئے۔ بشیر۔ تو گاڑی کے نیچے آکر مر جاتا۔ تیری لاش کے ٹکڑے گھر آتے۔ مَیں رو دھو کر صبر کر لیتی۔

ھاجراں۔ توبہ توبہ میرے بچوں کا خدا حافظ۔ میرے بیٹوں کا اللہ رکھوالا۔

بشیر۔ اماں جان۔ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ اس بدنصیب کو بکنے دو۔ مَیں اب مسجد میں جاتا ہوں۔ ہاں یاد آگیا۔ اس منہ زور عورت نے میرے حواس ٹھکانے نہیں رہنے دیئے۔ اماں جان۔ صفیہ اور زہرہ دونوں کے گھروں میں ہر طرح خیریت تھی آپ کو سلام کہتی تھیں۔

ھاجراں۔ اللہ تعالےٰ اُن کو آباد رکھے۔ مرے ہُوئے باپ کی بیٹیاں۔ اُن کا اللہ ہی مالک ہے۔

(نذیراں جو مُنہ میں آتا ہے بک رہی ہے۔ بشیر اور سعید اُٹھ کر مسجد کی راہ لیتے ہیں۔ ہاجراں بھی اُٹھ کر نماز میں مشغول ہو جاتی ہے۔ دونوں بھائی نماز کے بعد فوراً کھیتوں میں چلے جاتے ہیں۔ اور شام کو واپس آ جاتے ہیں۔ نذیراں سخت ناراض ہے۔ صرف اپنے بچوں سے ہی بات چیت کرتی ہے۔ روٹی کھا کر بشیر علیحدہ اپنی ماں کے پاس کمرے میں بیٹھ جاتا ہے اور نذیراں بچوں سمیت دوسرے کمرے میں) (قارئین کرام بشیر کے مخلصانہ جذبات پر غور کریں)۔

بشیر۔ اماں جان! صفیہ مجھ کو دیکھ کر میرے گلے سے چمٹ گئی۔ زار زار رونے لگی۔ مَیں بھی رونے لگ گیا۔ میرے لئے چارپائی بچھائی۔ میرا جوتا صاف کرنے لگی۔ آپ سب کی باری باری خیر و عافیت پوچھتی رہی۔ پھر زبردستی گرم پانی سے میرے پاؤں بھی دُھلائے۔ بعد ازاں چائے اور روٹی پکانے میں مشغول ہو گئی۔ اماں جان مجھے تو اب یقین ہُوا کہ مَیں بڑی گمراہی میں پڑا ہُوا تھا۔ مجھ کو خبر بھی نہ ... ایک بہن کو اپنے بھائی پر اگر جان بھی قربان کرنا پڑے تو وہ کم سمجھتی ہے۔ مجھے اب سمجھ آئی۔ کہ صفیہ کو مجھ سے اور سعید سے کتنا پیار ہے۔ افسوس میں صفیہ اور زہرہ کے معاملے میں ہمیشہ لاپرواہی سے ہی کام لیتا رہا۔ اللہ تعالےٰ میرا گناہ معاف کرے۔

ھاجراں۔ بیٹا۔ شکر ہے۔ صبح کا بھُولا ہُوا۔ اگر شام کو گھر واپس آجائے۔ تو اُس کو بھُولا ہُوا نہیں کہتے۔ اچھا ہُوا تجھ کو اللہ تعالےٰ نے ہدایت بخشی اور ان باتوں کا احساس پیدا ہُوا۔

بشیر۔ اماں جان صفیہ کا بڑا لڑکا محمود تھوڑی دیر کے بعد باہر سے آ گیا صفیہ نے اُس کو بتایا کہ محمود تیرے ماموں جان وہ بیٹھے ہیں۔ لہٰذا وہ بھاگ کر میری ٹانگوں کو چمٹ گیا۔ محمود سے چھوٹا

فرش پر لڑھکتا پھرتا تھا۔

ھاجراں - بچّوں والوں کو دوسروں کے بچّے بھی پیارے معلوم ہوتے ہیں -

بشیر - اماں جان - صفیہ کے بچّے مجھے اپنے بچوں سے بھی زیادہ پیارے لگتے تھے - میں نے جب چھوٹے بچّے کو اُٹھا کر گود میں لیا - تو صفیہ کی آنکھوں میں فرطِ محبّت سے آنسو ڈھلک آئے - آگے بڑھ کر بچّے کی ماتھوں سے خاک پونچھنے لگی اتنے میں خیردین (صفیہ کا خاوند) بھی آگیا - وہ بھی مجھے دیکھ کر پھولا نہ سماتا تھا -

ھاجراں - بیٹا - اپنے اپنے ہی ہوتے ہیں - خیردین تیرا خالہ زاد بھائی ہے اور پھر بہنوئی بھی ہے

بشیر - صفیہ از حد خوش تھی - مگر جب ابّا جان کا ذکر ہُوا تو بے ساختہ رونے لگی - اُس کو دیکھ کر میرے آنسو بھی نکل پڑے - امّاں جان - نذیراں تو واہی تباہی بکتی رہتی ہے لیکن صفیہ نے کئی بار اسلم اور انور (بشیر کے لڑکے) کی باتیں کیں - بڑے خلوص اور پیار سے اُن کو دعائیں دیتی رہی اور پھر نذیراں کا نام لیتے وقت بھی " بہن نذیراں " کہہ کر بات کرتی۔

ھاجراں - خیر - تم صفیہ سے رخصت کب ہوئے ؟

بشیر - تیسرے دن میں صبح سویرے ہی چل پڑا تھا - رات کو پروگرام بنا ہُوا تھا - صفیہ نے جلدی جلدی کر کے پکائے - میرا جوڑا اسلم اور انور کے کپڑے اور دو تین کھلونے منع کرتے کرتے میرے بیگ میں باندھ دیئے - خیر ! آخرکار میں اور خیردین تیار ہوگئے - رخصت ہوتے وقت میں نے جب بچّوں پر نظر ڈالی - تو میں نے دیکھا کہ صفیہ نہایت محبت سے میری طرف تک رہی تھی - یہ دیکھ کر مجھ پر رقت طاری ہوگئی - اُس وقت میری روح نے ایک ایسی پُر کیف لذّت محسوس کی - جس کا مجھے اِس سے پہلے کبھی احساس نہ ہُوا تھا - میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ صفیہ کا گھر چھوڑوں - مگر مجبور تھا - صفیہ اب نذیراں کو اور آپ کو سلام کا پیغام دے رہی تھی - اس عرصے میں میں نے بارہا دیکھا کہ صفیہ اپنی اوڑھنی سے اپنی آنکھیں پونچھنے لگتی - مجھ پر بھی تقریباً بے خودی کا عالم طاری تھا

آخرکار میں بچوں کے سر پر ہاتھ پھیر کر اور صفیہ کے قریب کھڑے ہو کر رخصت لینے کے بعد چل ہی پڑا - صفیہ دروازے پر کھڑی ہوگئی - اور جب تک ہم نظر آتے رہے دروازے پر کھڑی رہی - میں نے بھی دو تین دفعہ مڑ مڑ کر دیکھا حتّٰی کہ ہم درختوں سے پرے چلے گئے - اماں جان میں اُس وقت دل میں مکمل تہیّہ کر رہا تھا کہ اب انشاء اللہ صفیہ کو ملنے کے لئے ضرور آیا کرونگا -

ھاجراں - بیٹا - دیر ہوگئی ہے - اب زہرہ کی خیریت بتاؤ - پھر نماز پڑھو اور اپنے بچّوں کے پاس جا کر سو رہو - آج تم تھکے ماندے ہو -

بشیر - اچھّا - اماں جان - چلا جاتا ہوں - میں شام سے پہلے پہلے بہن زہرہ کے گھر پہنچ گیا - وہ آٹا گوندھ رہی تھیں - مجھے دیکھتے ہی جلدی جلدی ہاتھ صاف کر کے اُٹھیں اور مجھے گلے سے لگایا - میری پگڑی پر بوسے دیئے - " بسم اللہ میرے باپ کی نشانی میرا چمن - میرا شیرو آیا - " کہہ رہی تھیں -

ھاجراں - ہاں بیٹا زہرہ تجھے شروع سے ہی شیرو کہہ کر پکارا کرتی تھی۔

بشیر - آپ کی خیریت - اسلم - انور - سعید اور نذیراں کی خیر و عافیت کا بار بار پوچھتی رہیں - اور کام کاج بھی کرتی رہیں - شام تک بھائی صاحب بھی آگئے - بڑے تپاک سے ملے - رات کو کھانا کھانے کے بعد دیر تک باتیں ہوتی رہیں - اور بچّے بھی میری وجہ سے دیر تک جاگتے رہے -

سعید - بھائی صاحب ! خورشید عالم - (زہرہ کا بڑا لڑکا) کونسی جماعت میں پڑھتا ہے -

بشیر - اُس نے دو سال ہوئے میٹرک کر لیا ہے - اب مولوی عبد العزیز صاحب کے کہنے پر دیوبند چلا گیا ہے - بچے کو دین کا بھی بڑا ہی شوق ہے -

سعید - سیدھا دیوبند ہی چلا گیا ہے ؟

بشیر - نہیں - اگلے سال اپنے گاؤں میں مولانا عطاء الرحمٰن سے ابتدائی کتابیں پڑھتا رہا ہے - اب دیوبند شریف بھی اُنہی کے مشورے سے گیا ہے -

ھاجراں - بیٹا زہرہ تمہاری بڑی بہن ہے شروع ہی سے اُس کو قرآن مجید پڑھنے کا بہت شوق ہے - اور اِدھر تمہارے بہنوئی کو بھی علماء کے پاس بیٹھنے اُٹھنے کی بڑی عادت ہے - دونوں نمازی بھی ہیں -

بشیر - امّاں جان - صبح کی روٹی کے بعد جب سارے بچّے وغیرہ اِدھر اُدھر چلے گئے اور میں اکیلا گھر میں رہ گیا تو زہرہ برتن وغیرہ صاف کر کے میرے پاس آ کر بیٹھ گئی - چند ایک باتوں کے بعد ابّا جی کا ذکر ہُوا اور میرا خیال ہے کہ بہن زہرہ ابّا جان کے متعلق ہم سب سے زیادہ واقف ہیں -

ھاجراں - بیٹا - زہرہ - اکبر کی بڑی لاڈلی بیٹی تھی - بچپن میں اسی کی گود میں بیٹھ کر کھاتی - اُسی کے ساتھ سوتی - اور جب بڑی ہوئی تو پھر بھی بچّوں کی طرح باپ سے پیار لیتی رہی - کچھ مانگنا ہوتا - تو میری بجائے اُنہی کو کہتی - تم نے نہیں دیکھا - کہ جب تمہارا باپ بیمار ہُوا تو زہرہ نے اُس کی چارپائی ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں چھوڑی تھی -

ھاجراں - اچھا - بیٹا - جاؤ - نماز پڑھو - اور آرام کرو - ہاں نذیراں بیوقوف ہے - طبیعت کی سخت ہے - آہستہ آہستہ سمجھ جائیگی - اُس سے نرمی سے بات کرنا -

بشیر - امّاں جان ! جاتا ہوں مگر ایک بات رہ گئی ہے - وہ سُن لیجئے - بہن زہرہ ابّا جان کا ذکر کرتی رہیں - خود بھی روتی رہیں اور مجھ کو بھی رُلاتی رہیں - بعد میں مجھ کو مخاطب کر کے کہنے لگیں بشیر ! ہمارا باپ مر چکا ہے - اب تم اس کی جگہ پر ہو - ہماری ماں دن بدن کمزور ہو رہی ہے - گھر کا کام کاج کرنے سے معذور ہے - بھاوج نذیراں اپنا رویّہ تبدیل کرنے سے قاصر ہے - سعید ابھی نادان ہے - اس حالت میں اگر تم نے کچھ ہوش سے کام نہ لیا تو ہم غریبوں کا آپ پر کوئی زور نہیں ہے (یہ کہہ کر رونے لگتی ہے) پردیس میں رہ کر ہمارے لئے ماں کی خدمت کرنا بہت مشکل ہے - ایک ہماری یاد میں اور ایک سعید کے

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

حج کی فرضیت

گزشتہ سے پیوستہ

(۳)

از خان عبدالحمید خاں آف میسرز فیروز سنز لاہور

گھر سے روانگی

خالص نیت سے حج کا ارادہ کرے۔ مکر و فریب۔ ریا اور غرور دل سے نکال دے۔ اخراجات حج کے لئے مال حلال ہونا چاہیئے۔

حج کے احکام معلوم کرے۔ مسائل حج کے متعلق دعاؤں کی کتاب اور قرآن مجید ساتھ رکھے۔ گناہوں سے توبہ کرے۔ نماز روزہ اور دیگر فرائض کی پابندی کرے۔

حقوق العباد معاف کرائے اور اس غرض کے لئے خود متعلقین کے پاس جا کر اپنی خطاؤں کی معافی مانگے۔ اہل و عیال کے لئے واپسی تک اخراجات کا انتظام کرے اور وصیت لکھ کر کسی امانت دار کے سپرد کرے۔ اگر کچھ قرض ہو تو ادا کرے اور کسی کی امانت یا ظلم سے کوئی چیز لے رکھی ہو تو واپس کرے۔ سفر میں کسی نیک آدمی کا ساتھ ہو جائے تو اچھا ہے۔

وطن سے اس طرح رخصت ہو جس طرح سفر آخرت کے واسطے جاتے ہیں۔ جمعرات روانہ ہونا مستحب ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے روز حجۃ الوداع کے لئے روانہ ہوئے تھے۔ یا مہینہ کے پہلے پیر کو۔ گھر سے رخصت ہوتے وقت بہتر ہے سات مسکینوں کو کھانا کھلائے اور حسب توفیق کچھ صدقہ و خیرات بھی دے۔ راستہ میں خوش اخلاقی۔ اتقا۔ پرہیزگاری اور بردباری اپنا شعار بنائے۔

گھر سے نکلتے وقت دو رکعت نفل کے بعد یہ دعا پڑھے:-

اَللّٰهُمَّ بِكَ انْتَشَرْتُ۔ وَاِلَيْكَ
اے اللہ میں تیری (رضامندی) کیلئے علیحدہ ہوا اور تیری طرف
تَوَجَّهْتُ وَبِكَ اعْتَصَمْتُ وَعَلَيْكَ
متوجہ ہوا اور تیرے ساتھ سہارا پکڑا اور میں نے
تَوَكَّلْتُ ؕ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ ثِقَتِیْ وَ
تجھ پر بھروسہ کیا۔ اے اللہ تو ہی میرا سہارا اور
اَنْتَ رَجَائِیْ ؕ۔ اَللّٰهُمَّ اكْفِنِیْ مَا
امید ہے۔ اے اللہ مشکل میں ڈالنے والی اور
اَهَمَّنِیْ وَمَا لَا اَهْتَمُّ بِهٖ وَمَا
غم میں ڈالنے والی چیز سے میری کفایت کر اور اس سے کہ تو جو

اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ عَزَّ جَارُكَ
زیادہ جانتا ہے کہ تیری پناہ میں آنے والا غالب ہے
وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ ؕ اَللّٰهُمَّ زَوِّدْنِی
اور تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ الٰہی
التَّقْوٰى وَاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَ
مجھے تقوٰے زادراہ عنایت کر اور میرے گناہوں کو بخش دے اور
وَجِّهْنِیْ اِلَى الْخَيْرِ اَيْنَمَا تَوَجَّهْتُ ؕ
میں جس طرف بھی توجہ کروں تو مجھے بھلائی کی طرف متوجہ کر
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ
اے خدا میں تیری پناہ مانگتا ہوں سفر کی سختی اور لوٹنے
وَكَاٰبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْرِ
کی تکلیف سے اور (پناہ مانگتا ہوں) مصیبت سے بعد راحت کے
وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِی الْاَهْلِ وَالْمَالِ ؕ
اور (پناہ مانگتا ہوں) اہل اور مال کے بُرے منظر سے۔

گھر کے دروازہ سے نکلتے وقت یہ دُعا پڑھے:-

بِسْمِ اللّٰهِ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا
میں اللہ کا نام لیکر (نکلتا ہوں) اور نہیں ہے طاقت نیکی کرنیکی اور نہ
بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِيْمِ ؕ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ ؕ
بدی سے بچنے کی۔ مگر توفیق الٰہی سے جو بلند شان اور بزرگی والا ہے۔
اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنِیْ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى ؕ
میں نے بھروسہ کیا اللہ پر۔ اے اللہ مجھے اس بات کی توفیق دے
اَحْفِظْنِیْ مِنَ الشَّيْطَانِ
تو پسند کرتا ہے اور جس سے تو خوش ہوتا ہے اور
الرَّجِيْمِ ؕ
مجھے راندے ہوئے شیطان سے محفوظ رکھ

گھر سے باہر نکلے تو یہ دُعا پڑھے

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ
اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اس سے کہ خود گمراہ ہوؤں
اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ
یا گمراہ کیا جاؤں یا ظلم کروں یا مظلوم بنوں۔
اَوْ اَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَیَّ
یا بیوقوفی کروں یا بیوقوف بنایا جاؤں
بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ
میں اللہ کا نام لے کر نکلتا ہوں) اللہ ہی پر بھروسہ رکھتا ہوں
لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِيْمِ ؕ
نہیں طاقت نیکی کرنیکی اور نہ بدی سے بچنے کی مگر اللہ کی توفیق سے جو بلند شان ہے

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنِیْ لِمَا تُحِبُّ وَ
عظمت والا ہے۔ اے اللہ مجھے اس چیز کی توفیق عطا فرما
تَرْضٰى وَاعْصِمْنِیْ مِنَ الشَّيْطَانِ
جسے تو اچھا سمجھتا ہے اور جس سے راضی ہوتا ہے
الرَّجِيْمِ
اور بچا دے مجھے راندے ہوئے شیطان سے

لوگوں سے مصافحہ کرے تو کہے:-

اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكُمْ وَاِيْمَانَكُمْ
میں تمہارا دین اور تمہارا ایمان اور تمہارے کاموں
وَخَوَاتِيْمَ اَعْمَالِكُمْ
کا انجام خداوند تعالےٰ کے سپرد کرتا ہوں

سوار ہوتے وقت یہ دُعا پڑھے:-

بِسْمِ اللّٰهِ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ
شروع کرتا ہوں (چلنا) اللہ کے نام سے اور لوگوں نے
قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ
اللہ کی کماحقہٗ قدر دانی نہیں کی اور قیامت کے روز تمام زمین
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ
اس کے قبضہ قدرت میں ہوگی اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں
بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى
لپیٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ اپنے شرکاء سے پاک اور بلند ہے
عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ؕ بِسْمِ اللّٰهِ
جہازوں کا چلنا اور ٹھہرنا اللہ ہی کے نام کی (برکت) سے
مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰهَا ؕ اِنَّ
ہے۔ بیشک میرا پروردگار بڑی بخشش کرنے والا
رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ؕ
بڑا مہربان ہے۔

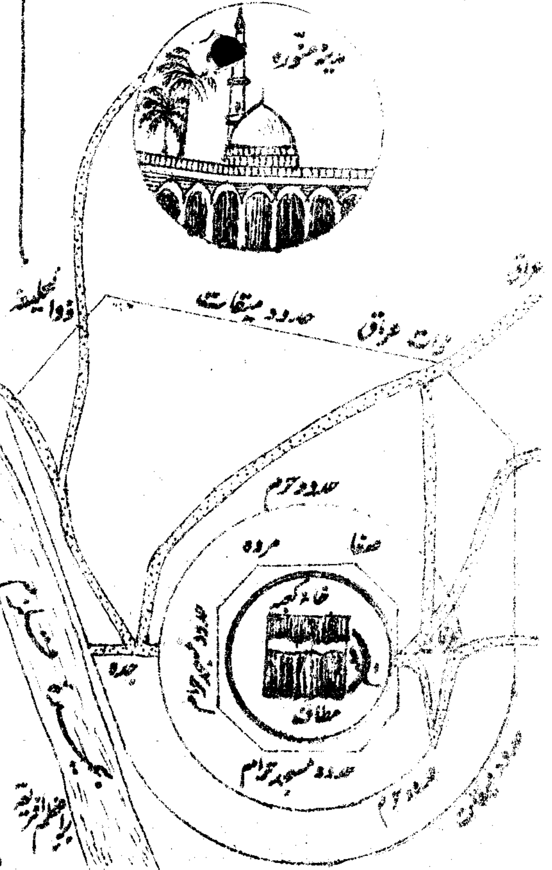
یا یہ دُعا پڑھے:-

بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ
میں سوار ہوتا اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں اور سب
هَدَانَا لِلْاِسْلَامِ ؕ وَعَلَّمَنَا الْقُرْاٰنَ
تعریف ثابت ہے واسطے اس خدا کے جس نے ہمیں اسلام کے لئے ہدایت
وَمَنَّ عَلَيْنَا بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ
فرمائی اور ہمیں قرآن مجید سکھایا اور ہم پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ
(مبعوث فرما کر) احسان فرمایا۔ شکر ہے اس ذات کا کہ جس نے
جَعَلَنِیْ فِیْ خَيْرِ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ
مجھے بہترین امت میں (پیدا فرمایا) جو لوگوں کی ہدایت اور بھلائی کیلئے
لِلنَّاسِ ؕ سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا
نکالی گئی ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے مسخر کیا ہمارے لئے اس
هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَ
(جانور) کو اور نہیں تھے ہم اس کے (قابو) کرنے کے
اِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ؕ
طاقت رکھنے والے اور ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹنے والے ہیں

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ط
اور ہر طرح کی تعریف ثابت واسطے اللہ کے جو سارے جہان
کا پالنے والا ہے۔

نقشہ حدود میقات وحرم

مکہ معظمہ کے چاروں طرف میقات کی حدیں لگائی گئی ہیں۔ ان مقام سے احرام کے بغیر آگے بڑھنا حرام ہے۔



میقات پر احرام باندھنا

میقات ان مقامات کو کہتے ہیں۔ جہاں مکہ شریف میں جانے کے واسطے احرام باندھتے ہیں۔ ہندوستان سے براہ سمندر یلملم کے مقام پر جہاز ہی میں احرام باندھنا پڑتا ہے۔ اس جگہ پہنچنے پر جہاز والے سیٹی دے کر حجاج کو خبر کر دیتے ہیں۔ مدینہ منورہ سے کعبہ شریف کو جاتے ہوئے ذوالحلیفہ سے احرام باندھا جاتا ہے۔ بغیر احرام باندھے کہ جانا حرام ہے۔ احرام باندھنے سے پہلے سر کے بال منڈوائیے یا ترشوائیے۔

احرام کا لباس

احرام کے دو کپڑے ہیں۔ ایک تہ بند جو نیچے بدن پر باندھا جاتا ہے اور دوسری چادر جو بدن کے اوپر کے حصے پر کام میں لاتے ہیں۔ سلے ہوئے کپڑے احرام کے واسطے منع ہیں۔ عورتوں کا احرام ان کے سلے ہوئے کپڑے ہیں۔ احرام کی حالت میں عورت کو سر ڈھانکنا اور منہ کھلا رکھنا چاہیئے۔ اور کپڑا چہرے سے نہ چھوئے۔

احرام کے لئے غسل کرے تو افضل ہے ورنہ وضو کرے اور اس غسل میں نیت احرام کی کرے۔ احرام باندھ کر دو رکعت نفل پڑھے۔ اوّل رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ کافرون اور دوسری میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) پڑھے اکثر علماء پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ اور (قُلْ يَا اَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ) اور رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ط اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔ (ترجمہ) اے خدا نہ ہٹا ہمارے دلوں کو بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت کی اور اپنے پاس سے رحمت عطا فرمائی۔ بیشک تو بڑا دینے والا ہے اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (ترجمہ) اے ہمارے رب دے ہم کو اپنے پاس سے رحمت اور مہیا کر ہمارے واسطے ہمارے کام میں ہدایت پڑھتے ہیں۔

اس کے بعد جائے نماز پر ہی دل میں حج وعمرہ یا قرآن کی نیت کرتے ہوئے مندرجہ ذیل میں سے ایک دعا پڑھے۔

(۱) حج کے واسطے:- اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِيْدُ الْحَجَّ
اے اللہ میں حج کی نیت
فَيَسِّرْهُ لِیْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ ط وَاَعِنِّیْ
کرتا ہوں۔ پس اس کو میرے لئے آسان کر دے۔ اور مجھ سے
عَلَيْهِ وَبَارِكْ لِیْ فِيْهِ نَوَيْتُ الْحَجَّ وَ
قبول کر لے اور اس میں میری مدد فرما اور اس میں میرے لئے برکت ڈال
اَحْرَمْتُ بِهٖ لِلّٰهِ تَعَالٰى
اور نیت کی میں نے حج کی اور احرام باندھا اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کیلئے

(۲) عمرہ کیواسطے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِيْدُ الْعُمْرَةَ ط
اے اللہ میں نے ارادہ کیا عمرہ کا۔
فَيَسِّرْهَا لِیْ وَتَقَبَّلْهَا مِنِّیْ ط وَاَعِنِّیْ
اس کو میرے لئے آسان کر دے اور قبول کر لے مجھ سے
عَلَيْهَا وَبَارِكْ لِیْ فِيْهَا نَوَيْتُ الْعُمْرَةَ ط
اور اس کے ادا کرنے میں میری مدد فرما اور اس کو میرے لئے بابرکت فرما
وَاَحْرَمْتُ بِهَا لِلّٰهِ تَعَالٰى
نیت کی میں نے عمرہ کی اور احرام باندھا اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کیلئے

(۳) قرآن کے واسطے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِيْدُ الْعُمْرَةَ ط
اے اللہ میں حج اور عمرہ کا ارادہ
وَالْحَجَّ ط فَيَسِّرْهُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْهُمَا مِنِّیْ وَاَعِنِّیْ
کرتا ہوں۔ پس ان دونوں کو میرے لئے آسان کر دے اور مجھ سے
عَلَيْهِمَا وَبَارِكْ لِیْ فِيْهِمَا ط نَوَيْتُ الْعُمْرَةَ
ان دونوں کو قبول فرما لے اور ان دونوں پر میری امداد فرما۔ اور ان دونوں کو
وَالْحَجَّ وَاَحْرَمْتُ بِهِمَا
میرے لئے بابرکت فرما۔ نیت کی میں نے حج اور عمرہ
لِلّٰهِ تَعَالٰى
کی اور احرام باندھا میں نے ان دونوں کے ساتھ اللہ کے لئے

اس کے بعد اس طرح تلبیہ کہے۔

لَبَّيْكَ ـ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ ـ لَا شَرِيْكَ
اے اللہ میں تیرے (دربار میں) حاضر ہو گیا۔ تیرا کوئی
لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ
شریک نہیں تحقیق ہر طرح کی تعریف اور نعمت تیرے لئے
لَا شَرِيْكَ لَكَ
ہے۔ اور ملک تیرے لئے ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔

لبیک کہہ کر دُرود شریف پڑھے اور یہ دعا مانگے

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ
اے اللہ میں تیری رضا اور جنّت چاہتا ہوں
وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَضَبِكَ ط وَمِنَ النَّارِ ط
اور تیرے غصے اور آگ سے پناہ مانگتا ہوں۔
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحَرِّمُ لَكَ شَعْرِیْ وَبَشَرِیْ
اے اللہ میں تیری رضامندی کی خاطر اپنے بال کھال
وَلَحْمِیْ وَدَمِیْ مِنَ النِّسَاءِ وَالطِّيْبِ وَ
گوشت خون عورتوں سے اور خوشبو سے اور ہر اس چیز
كُلِّ شَیْءٍ حَرَّمْتَهٗ عَلَى الْمُحْرِمِ ط اَبْتَغِیْ
سے جسے تو نے احرام والے پر حرام کیا ہے احرام کرتا ہوں
بِذٰلِكَ وَجْهَكَ الْكَرِيْمَ ط
میں اس کے ساتھ تیری بزرگ ذات کا خواہاں ہوں

عورت کو لبیک کہنے میں آواز بلند نہ کرنی چاہیئے۔ تلبیہ ہر نماز کے بعد۔
(۲) ایک دوسرے سے ملاقات کرتے وقت
(۳) ہر دفعہ اوپر چڑھتے اور نیچے اُترتے وقت
(۴) کسی سواری کو آتے جاتے دیکھتے وقت
(۵) خود سواری پر سوار ہوتے اور اُترتے وقت
(۶) ہر روز صبح کے وقت باآواز بلند کہی جائے۔

باقی آئندہ

ذکرِ الٰہی

(از صوفی محمد شفیع عمرالدین صاحب دفتروار میرپور خاص)
سلسلہ کے لئے دیکھو خدام الدین ۳ - مئی ۱۹۵۷ء

(۹)

حرام چیزوں کے پیچھے پڑکر ذکرِ الٰہی نہ بھول جاؤ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم النبیین کی بعثت سے قبل شراب و جوا کا عرب میں عام رواج تھا۔ اور قریب قریب یہی حالت عجم کی تھی۔ مولانا حالیؒ فرماتے ہیں ؎

جواان کی دن رات کی دل لگی تھی
شراب اُن کی گھٹی میں گویا پڑی تھی
تعیش تھا، غفلت تھی، دیوانگی تھی
غرض ہر طرح اُن کی حالت بری تھی

ان دو برائیوں سے جو عظیم ترین اور ناقابلِ تلافی خسارہ پہنچتا تھا۔ اس کا بیان حکم الحاکمین نے یوں فرمایا۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ فَھَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَ۝ (المائدہ ع ۱۲ پ ۷)

ترجمہ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تم میں دشمنی اور بغض ڈال دے۔ اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے۔ سو اب بھی باز آ جاؤ۔
(حضرت مولانا احمد علی صاحب)

اس حکم امتناعی کا نماز اور ذکرِ الٰہی کے شیدائیوں نے بڑی خندہ پیشانی سے خیر مقدم کیا۔ شراب کے برتن پھوڑے گئے۔ حکمِ امتناعی کانوں پر پہنچنے سے فوراً پہلے اگر کوئی گھونٹ پیٹ میں جاچکا تھا تو اس کو قے کے ذریعہ سے باہر پھینکنے کی کوشش کی گئی۔ اور تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ پانی کی طرح مدینہ طیبہ کی گلیوں میں شراب بہ نکلی۔ ہم باز آئے، ہم باز آئے کی آوازیں بلند ہوگئیں۔

اس ام الخبائث کا پینا حرام، اس کا بیچنا حرام، اس کی قیمت حرام۔ اور اللہ تعالےٰ کی پھٹکار ہے۔ اس کے بنانے والے پر، بنوانے والے پر پینے والے پر، پلانے والے پر، اُٹھانے والے پر، اٹھوانے والے پر، بیچنے والے پر، خریدنے والے پر اور قیمت لینے والے پر (ابنِ کثیرؒ)

اس میں مال کا نقصان ہے۔ عقل اور ہوش و حواس گم کر دیتی ہے۔ اپنے پرائے اور نیک و بد کی تمیز نہیں رہتی۔ اور سب سے بڑا گھاٹا یہ ہے کہ نماز اور ذکرِ الٰہی چھوٹ جاتا ہے ؎

ایں مَے کہ تو می خوری حرام است
ما مے نخوریم جز حلالی
(مولانا رومؒ)

جوئے کا بھی قریب قریب ایسا ہی بد انجام ہے۔ انسان ہار جیت کے داؤں میں ایسا گم ہو جاتا ہے۔ کہ سوائے کھیل کے باقی سب اذکار بھول جاتے ہیں۔ بقول حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ "ان میں مشغول ہوکر انسان خدا کی یاد اور عبادت الٰہی سے بالکل غافل ہو جاتا ہے۔ اس کی دلیل مشاہدہ اور تجربہ ہے شطرنج کھیلنے والوں کو دیکھ لو۔ نماز تو کیا، کھانے پینے اور گھر بار کی بھی خبر نہیں رہتی ...."

ہمیں ایسی مجالس سے کنارہ کرنا چاہیئے۔ جدھر شراب اور جُوا کا مذموم فعل رونما ہو۔ حضرت مولانا رومؒ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے ؎

لباسِ زہد و تقویٰ تا بپوشی
شرابِ معرفت را کے بنوشی
(مرغوب القلوب)

اور ذکر اذکار کا بہت شغل رکھنا چاہیئے ؎

بہر جائیکہ باشی ذکر می گو
بہر حالے خدا را شکر می گو
(مولانا رومؒ از مرغوب القلوب)

وہ مجلس جس میں ذکرِ الٰہی نہ ہو باعثِ حسرت ہوگی

حدیث (عن ابی ہریرۃ) مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ یَذْکُرُوا اللّٰہَ فِیْہِ وَلَمْ یُصَلُّوْا عَلٰی نَبِیِّھِمْ اِلَّا کَانَ عَلَیْھِمْ تِرَۃً فَاِنْ شَاءَ عَذَّبَھُمْ وَاِنْ شَاءَ غَفَرَ لَھُمْ۔
(مشکوٰۃ رواہ ترمذی)

حدیث۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں۔ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو لوگ کسی جگہ بیٹھیں اور اُس مجلس میں ذکرِ الٰہی نہ کریں۔ اور اپنے نبیؐ پر درود نہ پڑھیں تو وہ مجلس اُن پر حسرت ہوگی۔ پس چاہے تو اللہ ان کو عذاب دے اور چاہے تو ان کو بخش دے۔

اہل اللہ کی مجالس میں تو ہر وقت ذکرِ الٰہی کا شغل رہتا ہے۔ اور یہ مجالس خیر و خوبی کی حامل ہیں۔ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"ہرگز باکسی صحبت مدارید کہ شما گوئید خدا و او گوید چیزی دیگر۔
(نفحات الانس جامیؒ)

یعنے اس کی صحبت میں ہرگز نہ بیٹھنا۔ جس میں بیٹھ کر آپ تو اللہ کی یاد کرنی چاہیں مگر وہ آپ کو اِدھر اُدھر کی باتوں میں مشغول رکھنا چاہے۔

یہی حال علمائے کرام کی مجالس کا ہے کہ جب وہ کوئی اجتماع کرتے ہیں تو کام کی ابتدا قرآن مجید کی تلاوت سے ہوتی ہے۔ اور یہ فعل موجب خیر و برکت ہے۔

اہل دُنیا کے لئے یہ دونوں مثالیں قابلِ پیروی ہیں۔ وہ کمیٹیاں، کانفرنسیں، میٹنگیں وغیرہ جن کی نہ ابتدا [illegible] سے کی جائے۔ اور نہ ہی خاتمہ پر اللہ تعالےٰ کا ذکر کیا جائے۔ یا اُس کے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجا جائے۔ کس طرح موجب خیر برکت ہوسکتی ہیں اور کیونکہ اہل مجلس کے لئے کل کو حسرت و ندامت کا ذریعہ نہ ہوں گی۔ حالانکہ درود شریف کی حدیثوں میں بڑی فضیلت آئی ہے۔ جو ایک مرتبہ درود شریف پڑھے اللہ تعالےٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرماتا ہے۔ دس گناہ معاف فرماتا ہے۔ اور دس درجے بلند فرماتا ہے۔ اور اُس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ دعا مانگنے سے قبل اور اخیر میں درود شریف پڑھنے سے دُعا قبول ہوتی ہے۔ لہٰذا درود شریف پڑھنا موجب خیر و برکت ہے

عربستان میں جب دو شخصوں کو جھگڑتا دیکھتے ہیں تو جھگڑا اس طرح ٹالتے ہیں کہ

نظرات

(از جناب عبدالرشید صاحب واہ چھاؤنی)

ماہنامہ "دارالعلوم" کی گزشتہ اشاعت میں ایک صاحب نے حضرت الاستاذ مولانا سید محمد انور شاہ الکشمیریؒ کے متعلق اپنی ذاتی شہادت لکھی ہے کہ حضرت نے ایک مجلس میں فرمایا کہ فلسفۂ قدیم اسلام سے بہت دُور تھا- اور اس کے مقابلہ میں موجودہ سائنس اسلام سے بہت قریب ہے- کتنے لوگوں نے یہ فقرہ پڑھا ہوگا لیکن اس ایک چند حرفی فقرہ کی اہمیت کیا ہے ؟ یہ کم لوگوں کو محسوس ہوا ہوگا-

حضرت شاہ صاحب اسلامی علوم وفنون اور عربی زبان وادب میں تو امام وقت اور یگانۂ روزگار تھے ہی جس کا اعتراف سب کو ہے- لیکن اس کا علم شاید کم ہی لوگوں کو ہوگا- کہ حضرت الاستاذ موجودہ سائنس یعنی فزکس -کیمسٹری اور بیالوجی کا بھی بڑا وسیع مطالعہ رکھتے تھے- اور ان علوم میں ان کی نظر مبصرانہ تھی - آئزک نیوٹن اور دوسرے علماء سائنس کی کتابوں کے تراجم عربی زبان میں ہوچکے ہیں حضرت شاہ صاحب نے انہیں تراجم کی مدد سے ان علوم کا مطالعہ کیا تھا- اور ان میں اس درجہ درک و بصیرت پیدا کی کہ طلبہ کی ایک مخصوص جماعت کو جن میں ایک مولانا محمد بدر عالم صاحب مؤلف ترجمان السنہ بھی تھے- باقاعدہ سائنس کا درس دیتے تھے-

ناقد جلیل صاحب جو آج کل یو-پی سکریٹریٹ میں اعلیٰ عہدہ پر ہیں- جس زمانہ میں علی گڑھ میں سائنس کے مشہور طالب علم تھے- ایک مرتبہ سیوہارہ میں حضرت شاہ صاحب سے ملے اور ایتھر کے متعلق کچھ سوالات کئے-

حضرت الاستاذ نے ان سوالات کے مفصل جوابات دیئے- ناقد جلیل صاحب کہتے تھے کہ یہ جوابات اس درجہ عالمانہ اور فاضلانہ تھے- کہ ہماری یونیورسٹی کا ایک پروفیسر اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتا تھا- بہرحال لکھنے کا منشا یہ ہے کہ سائنس کو اسلام سے قریب ترجس ذات گرامی نے کہا ہے وہ صرف ابن حجر وقت اور ابن تیمیۂ عصر ہی نہیں تھی- بلکہ سائنس کے مختلف علوم سے بھی بڑی حد تک آشنا اور اس کی مبصر تھی- اس بنا پر آپ کا یہ ارشاد ایک بیرونی تماشائی کا نہیں- بلکہ محرم خانہ اور واقف رازِ اندرون کا ارشاد ہے- اور اس بناء پر علماء اور انگریزی تعلیم یافتہ دونوں کے لئے نہایت اور سبق آموز ہے-

مثلاً فلسفۂ قدیم کے وہ مسلمات و نظریات جن سے اسلام کو شدید نقصان پہنچا، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عرض قائم بالغیر ہوتا ہے- اور لایبقی زمانین- اس کا وجود آنی اور فانی ہوتا ہے- اس ایک مسئلہ کی وجہ سے اعمال کا وزن ناممکن ہوجاتا ہے- فعال کے صدور سے قبل استطاعت کا وجود محال قرار پاتا ہے- قیامت کے دن ہاتھ پاؤں کی شہادت کے کوئی معنی نہیں رہتے- صحیح بخاری میں ہے- "کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان"- اس کی کوئی اصل باقی نہیں رہتی لیکن سائنس نے تمام چیزوں کی اصل انرجی کو تسلیم کرکے ان تمام وساوس و اوہام کا خاتمہ کر دیا ہے- آج حرارت - آواز اور خیال تک کی پیمائش اور ان کا وزن کیا جا سکتا ہے- انسان کا چہرہ اور اس کے اعضاء اپنی زبان میں گفتگو کرتے نظر آتے ہیں- سائنس کے تخلیقی شاہکاروں کا دارومدار تین ہی چیزوں پر ہے - بجلی - کوئلہ اور پٹرول - آخرالذکر دونوں چیزیں زمین سے پیدا ہوتی ہیں- قرآن- اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَا يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا کہہ کر پہلے ہی موجودہ عہد کی ان ترقیات اور جیالوجی کی کرشمہ سازیوں کی طرف اشارہ کر دیا تھا-

پھر آج کل ایٹم کی انرجی کا بڑا شہرہ ہے- آپ جانتے ہیں- یہ ایٹم قدیم فلسفہ کا وہی جزء لایتجزیٰ ہے جس کو فلسفہ نے ہمیشہ رد کیا- لیکن قرآن نے ممزق کہکر فلسفہ کی اغلاط کاری کا پردہ چاک کیا اور اس طرح قیامت کے ثبوت کے لئے ایک راہ ہموار کی - شاعر نے کہا تھا "لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرہ کا دل چیریں" لیکن آج ایٹم کی بے پناہ طاقت کے انکشاف کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ شاعر نے نری شاعری کی تھی اور حقیقت بیانی نہیں کی تھی-

پھر اسی سائنس کا صدقہ ہے کہ خدا کا وجود اپنے تمام کمالات الوہیت کے ساتھ عقلی طور پر جس قدر آج یقینی اور قطعی ہوگیا ہے- اب سے پہلے کبھی نہیں ہُوا- علماء سائنس نے اس کثرت اور شدّت کے ساتھ خدا کے وجود کا اقرار کیا ہے کہ اب سائنس کے طالب علم ہونے کے معنی ہی "موحد" ہونا ہے اس مسئلہ میں آئنسٹائن اور وہائٹ ہڈ کے نام خاص طور پر لئے جا سکتے ہیں- جن میں سے اول الذکر نے مادہ کا تصوّر ہی ختم کر دیا- اور موخرالذکر نے ریاضی کے اصول سے خدا کے وجود اور اس کی صفات کا اثبات کیا- اور غالباً سائنس کی اسی پیدا کی ہوئی عام فضا کا اثر ہے- کہ پچھلے دنوں روس کی کمیونسٹ پارٹی کے لیڈر خروشچیف بھی تقریر کرتے کرتے بے ساختہ خدا کا نام لے پڑے اور ان کے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھ گئے-

علاوہ بریں غور کرو- جمہوریت، مساوات انسانی - شرف و مجد بنی آدم- عالمی شہریت معیشت باہمی - وحدتِ ادیان- یہ سب جو آج کی دُنیا کے سب سے زیادہ محبوب نعرے ہیں- کس کی صدائے بازگشت ہیں؟ ان تمام افکار کا اصل منبع اور سرچشمہ کہاں ہے ؟ وہی وادیٔ بطحا جس کی ارض پاک پر آخری کتاب الٰہی کا نزول ہُوا یا کوئی اور ؟ اگر یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے اور جوش عقیدت کا شاعرانہ پیرایۂ اظہار نہیں تو باور کرنا چاہئے کہ آج دُنیا علمی اور فکری و نظری اعتبار سے اسلام سے جتنی قریب آگئی ہے اتنی کبھی نہیں آئی تھی- فکر ونظر کی گمراہی اور عقل و دانش کی غلط اندیشیوں کا وہ

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

تبصرہ

معارف القرآن
مصنف قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب پروفیسر عربی گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد۔
ضخامت ۲۹۱ صفحات ۔ کتابت ۔ طباعت اور کاغذ عمدہ ۔ قیمت درج نہیں ۔
شائع کردہ : دارالاشاعت والتبلیغ شمس آباد ضلع اٹک ۔ ملنے کا پتہ بھی غالباً یہی ہے۔

جس کتاب کا فاضل مُصنّف خود عالم ہو اور جس کا پیش لفظ حضرت مولانا الحاج سیّد بادشاہ گل صاحب تحریر فرمائیں اور جس کے متعلق حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سیّد سلیمان صاحب ندویؒ اور حضرت مولانا الحاج مفتی محمد اسحٰق صاحب خطیب ہزارہ۔ جیسے بلند پایہ علمائے کرام پسندیدگی کا اظہار فرمائیں اور اسے مسلمانوں کے لئے مفید قرار دیں ۔ اس کے متعلق ہمارا کچھ لکھنا آفتاب کو چراغ دکھانے کے مترادف ہوگا۔ تاہم امتثال امر کے طور پر راقم الحروف نے بھی کتاب کا سرسری مطالعہ کیا۔ اس کتاب کے مطالعہ سے واقعی قرآن فہمی میں کافی مدد ملتی ہے ۔ اپنی عقل کے مطابق تفسیرِ قرآن کرنے والے حضرات کی لغزشوں سے بھی فاضل مصنّف نے قرآن مجید کے ابتدائی طلباً کو آگاہ کر دیا ہے تاکہ وہ خود اس قسم کی لغزشوں سے محفوظ رہیں ۔ کتاب مفید ہے اور قرآن مجید کے ہر طالب علم کے لئے اس کا مطالعہ فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

شانِ اسلام عمرؓ ـــــ منظوم

ملنے کا پتہ : غلام دستگیر ناظمی محلہ چلّہ بیبیاں لاہور
مقامی حضرات مفت، بیرونی بعوض ۲ پیسہ محصول ڈاک
صفحات ۱۶ + یہ مختصر سی نظم میاں عبدالمجید صاحب ازل مرحوم کی طبع زاد ہے ۔ جسے اراکینِ دائرۃ الاصلاح نے اب دوبارہ شائع کیا ہے مصنّف مرحوم نے سیّدنا حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے چند سوانح حیات نہایت عقیدتمندانہ انداز میں پیش کئے ہیں ۔ مثلاً قبولیت اسلام، ہجرت اور عدل و انصاف وغیرہ خلیفہ ثانیؓ کی شایان شان تعریف توصیف کے معترضین اور مخالفین کے بے بنیاد اعتراضات کا معقول جواب بھی دیا گیا ہے مسلمانوں کو مدح نگار خلیفۃ الرسول اور اس کتابچہ کی اشاعت کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے۔

ہفتہ وار خبریں

ـــــ کراچی ۱۰۔مئی ۔ آج ۱۸۵۷ء کی صد سالہ تقریبات کے پہلے دن "یوم ظفر" منایا گیا۔ کراچی میں کراچی کے چیف کمشنر نے یادگار آزادی کے ایک مینار کا سنگ بنیاد رکھا ۔ یہ مینار کراچی میونسپل کارپوریشن تین لاکھ کے خرچ سے تعمیر کر رہی ہے ۔ اس کی بلندی ۰۰ فٹ ہوگی

ـــــ لاہور ۔ ۱۱ مئی ۔ کمشنر لاہور ڈویژن کی دعوت پر آج صبح ان کے دفتر میں صوبائی دارالحکومت کے سرکردہ صنعت کاروں ۔ تاجروں اور صحافیوں کا اجتماع ہُوا ۔ جس میں ضروریاتِ زندگی کی قیمتوں کو عام سطح سے گرانے اور منافع خوری اور بلیک مارکیٹ کے رجحان کو ختم کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا۔

کراچی ۱۲ مئی
معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ قومی اسمبلی کا آئندہ اجلاس جون کے آخری ہفتہ میں منعقد ہو گا ۔ اس اجلاس میں عوامی نمائندگی اور انتخاب سے متعلق دوسرے مسودہ قوانین کو منظوری کے لئے پیش کیا جائے گا۔

ـــــ قاہرہ ۱۰ مئی
مشرق وسطیٰ کی خبر رساں ایجنسی نے اطلاع دی ہے کہ نہر سویز کے دوبارہ کھلنے کے بعد آج پہلی مرتبہ تیس (۳۰) جہاز گذر گئے ۔ امریکی اور برطانوی جہازوں نے احتجاج کے طور پر اپنے اپنے محصول ڈالر اور فرینک میں ادا کئے ۔

ـــــ لندن ۱۰۔مئی ۔ معاہدہ بغداد کی اقتصادی کمیٹی کا اجلاس ۳۰۔مئی کو اور وزارتی کونسل کا اجلاس ۳۔جون کو ہوگا۔

ـــــ جدہ ۱۰۔مئی ۔ گزشتہ رات پاکستان اور سعودی عربیہ کے درمیان ایک معاہدہ پر دستخط ہو گئے ۔ جس کی رو سے سعودی عربیہ کے سکّے پاکستان کی ٹکسال میں ڈھالے جایا کریں گے ۔ اس سے قبل سوڈان اور شام کے سکّے بھی پاکستان میں ڈھل رہے ہیں ۔

(بقیہ محسنۂ کائنات صفحہ ۱۲ سے آگے)

متعلق دن رات فکر میں ڈوبی رہتی ہے۔ عورت ذات ہے۔ ضعیفی میں حوصلہ بھی کم ہے۔ اور پھر نذیراں تمہاری عدم موجودگی میں اس غریب کو بات بات پر جھڑکتی رہتی ہے (زہرہ پھر رونے لگ جاتی ہے) بشیر! اس صورت میں اس کا سہارا تم ہی ہو۔ سعید کے سر پر ہاتھ پھیرنے والے تم ہی ہو۔ بیگانے گھر سے آئی ہوئی بھاوجیں یتیم دیوروں کو آج کل کے زمانے میں پاؤں سے ٹھکراتی ہیں۔ باقی رہا میرا اور صفیہ کا معاملہ! کسی نے بُلا لیا۔ تو اُس تنتڑی کا مرتے وقت مُنہ دیکھ لیں گی۔ ورنہ خدا تعالےٰ ہی جانے۔ کیا ہوگا (پھر رونے لگ گئی)

خیر! امّاں جان۔ بہن زُہرہ کا یہ بیان اتنا دردناک تھا۔ کہ میری بھی روتے روتے گھگھی بندھ گئی۔ آخرکار مَیں نے اُس کے حوصلے کے لئے اپنا خواب اُس کو سُنایا۔ جس کو سُن کر وہ خاموش ہوگئیں۔ اور پھر خوش ہونے لگیں۔

ہاجراں۔ اچھا بیٹا۔ اللہ تعالےٰ اُن کو اپنے اپنے گھروں میں آباد رکھے۔ جاؤ۔ جاکر آرام کرو۔ نذیراں نادان ہے اُس کی سخت کلامی پر نہ جانا۔ خیر ہے۔

(بشیر اُٹھ کر نماز میں مشغول ہوجاتا ہے ہاجراں بھی نماز پڑھنے لگ جاتی ہے۔ نماز کے بعد بشیر دوسرے کمرے میں جاکر سو جاتا ہے۔ اور صبح سویرے کھیتوں کو چلا جاتا ہے)

(بقیہ ذکرِ الٰہی صفحہ ۱۵ سے آگے)

ان کو پکار کر کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجو۔ اس طرح جھگڑا ٹل جاتا ہے۔

الحاصل جب کہیں چار آدمی ملیں تو ذکرِ الٰہی اور درود شریف پڑھ لیا کریں کسی مجلس میں بیٹھنا نصیب ہو تو بھی اسی دستور العمل پر چلنا چاہیئے۔ تا کہ یہ مجلس باعث حسرت نہ ہو۔ بلکہ باعثِ مسرت، خیر و خوبی ہو۔

وہ مجالس جن میں ذکرِ الٰہی نہ ہو اور بے دینی کی مجالس ہوں اُن سے کنارہ کرنا فرض ہے۔ تاکہ کل حسرت و ندامت کا سامنا نہ ہو۔ (باقی دارد)

(بقیہ مجلسِ ذکر صفحہ ۱۰ سے آگے)

ایک دوسری چیز بھی عرض کرنا چاہتا ہوں۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلّی اللّٰہُ عليه وسلم ليس الغنى عن كثرة العرض ولكن الغنىٰ غنى النفس۔ (متفق علیہ) ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ غنا ساز و سامان کی زیادتی پر نہیں ہے۔ بلکہ غنا دل کی دولتمندی سے ہے)

مَیں کہا کرتا ہوں کہ انسان اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کرے تو یہ آسودہ حال ہو جاتا ہے۔ اگر اللہ تعالےٰ سے تعلق نہ ہو تو پھر یہ چائے کا سیٹ۔ کوٹھی۔ موٹر میں غرق رہتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا نام آئے تو حرص مرجاتی ہے۔ دُنیا دار کو حرص خراب کرتی ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔ يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ۝

سورہ قٓ رکوع ۳ پارہ ۲۶

ترجمہ۔ جس دن ہم جہنّم سے کہیں گے کیا تو بھر چکی اور وہ کہے گی کیا کچھ اور بھی ہے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ جہنّم میں اپنا پاؤں رکھ دیں گے تو وہ کہے گی بس بس تیری عزّت اور تیری بخشش کی قسم مَیں بھر گئی۔ مَیں کہا کرتا ہوں کہ انسان کا پیٹ بھی چھوٹا سا دوزخ ہے۔ جو اور اور کی رٹ لگاتا رہتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا نام آجائے۔ تو پیٹ کا دوزخ بھر جاتا ہے۔ پھر انسان یہ سمجھنے لگ جاتا ہے کہ خدا جانے جو کچھ اب موجود ہے اس کے ختم ہونے سے پہلے ہی موت آجائے۔ حضورؐ نے ایک دفعہ فرمایا کہ مومن کو ایک نور عطا ہوتا ہے صحابہ کرامؓ کے دریافت کرنے پر آپؐ نے اس کی تین علامتیں بیان فرمائیں۔

۱۔ التجافی عن دار الغرور (ترجمہ اس دھوکہ کے گھر سے دل کا اچاٹ ہوجانا) ۲۔ والانابۃ الیٰ دار الخلود (ترجمہ۔ اور ہمیشگی کے گھر کی طرف توجہ کا ہو جانا) ۳۔ والاستعداد للموت قبل نزولہ (ترجمہ۔ اور موت سے پہلے اس کے لئے تیاری کرنا)

اگر اس لائن پر انسان نہ چلے تو دوسری لائن پر چلے گا۔ جس میں یہ خواہش ہوگی کہ جو چیز ہو وہ اچھی ہو اور زیادہ بھی ہو۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو دل کا غنی بنائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

اگر انسان کی حرص مرجائے تو اس کو اللہ تعالےٰ جتنا زیادہ دیں اتنا ہی تھوڑا ہے۔ ساز و سامان کی کثرت کا نام دُنیا نہیں۔ بلکہ جیسے فارسی میں کسی نے کہا ہے۔ خدا سے غافل ہونے کا نام دُنیا ہے۔ ع

چیست دنیا از خدا غافل بودن

اگر کروڑپتی ہر عملِ حیات میں اللہ تعالےٰ کی رضا کا خیال رکھے تو وہ متقی۔ اور پنواڑی اس کی مرضی کے خلاف کرے تو وہ دُنیا دار ع

گفتن و کردن فرقے دارد

ہادی کی صحبت میں رنگ چڑھ جاتا ہے۔ پھر انسان غُصّہ کو قابو میں رکھتا ہے۔ اللہ والوں کی صحبت میں رہ کر انسان دل کا غنی ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو غُصّہ پر قابو پانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمیں دل کا غنی بنائے آمین یا الہٰ العالمین

(بقیہ نظرات صفحہ ۱۶ سے آگے)

کون سا تلخ تجربہ ہے جو دُنیا نے نہیں کرلیا۔ اور جس کے تباہ کن نتائج خود اس نے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھ لئے۔

آج یہ کیا ہے کہ وہی یُورپ اور امریکہ جو خدا ناشناسی کے لئے مشہور تھے۔ وہاں گراہام بیلی کی دعوتِ خدا شناسی پر لاکھوں انسان سر دھنتے ہیں۔ اور رو رو کر پھر خُدا کی طرف لوٹ جانے کا عہد و پیمان کرتے ہیں اور وہ اپنی ایک ایک تقریر سے ہزاروں مردوں اور عورتوں کو بیک وقت بپتسمہ لینے پر مجبور کر دیتا ہے۔ یہ سب اس بات کی علامت ہے۔ کہ انسانیت کا مردہ ضمیر پھر بیدار ہو رہا ہے اور اس کی اخلاقی حس کی رگوں میں زندگی کا پھر تازہ خون پیدا ہو رہا ہے۔

ان حالات میں سوچنا اور غور کرنا چاہیئے کہ خود دینِ حق اور مذہبِ قیّمہ کے علمبرداروں کا کیا فرض ہے۔ اور اس فرض کو کس طرح ادا کیا جاسکتا ہے

بچّوں کا صفحہ

صلہ رحمی کی عادت ڈالو

(از جناب کمال الدین صاحب مدرس لاہور کارپوریشن)

پیارے بچّو! اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام پاک میں اور حضورؐ نے اپنے ارشادات میں صلہ رحمی پر بڑی تاکید فرمائی ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اہل قرابت کو صدقہ دینے کا دوگنا ثواب ہوتا ہے۔ حضرت میمونہؓ نے ایک باندی آزاد کی تو حضورؐ نے فرمایا کہ اگر تم اس کو اپنے ماموں کو دے دیتیں تو وہ افضل تھا۔ لہٰذا صدقات کے اندر اگر کوئی دوسری دینی ضرورت اہم نہ ہو تو عام صدقہ سے اہل قرابت پر صدقہ افضل ہے۔ البتہ اگر کوئی دینی ضرورت درپیش ہو تو اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کا ثواب سات سو گنا تک ہو جاتا ہے۔ حضرت کعب احبارؒ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے سمندر کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے لئے دو ٹکڑے کر دیا تھا۔ توراۃ میں لکھا ہے کہ اللہ سے ڈرتا رہ اور صلہ رحمی کرتا رہ میں تیری عمر بڑھا دوں گا۔ سہولت کی چیزوں میں تیرے لئے سہولت پیدا کر دونگا۔ مشکلات کو دُور کرونگا۔ سورہ نساء کے پہلے رکوع میں بھی ارشاد ہوتا ہے۔ کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔ جس سے کہ اپنی حاجت طلب کرتے ہو۔ اور رشتوں کو جوڑتے رہو۔ توڑو نہیں۔ دوسری آیت میں ارشاد ہے۔ کہ رشتہ دار کا جو حق نیکی اور صلہ رحمی کا ہے۔ وہ ادا کرتے رہو۔ تیسری جگہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالےٰ توحید کا اور لا الٰہ الا اللہ کی شہادت کا حکم فرماتے ہیں۔ اور لوگوں کے ساتھ احسان کرنے کا حکم فرماتے ہیں۔ اور رشتہ داروں کو دینے کا یعنی صلہ رحمی کا حکم فرماتے ہیں۔ تین چیزوں کا حکم فرمانے کے بعد تین چیزوں سے منع کیا ہے۔ فحش سے یعنی گناہ سے اور منکر سے یعنی ایسی بات سے جس کی شریعت میں اور سُنّت میں اصل نہ ہو اور ظلم سے پھر فرمایا کہ اللہ تعالےٰ ان چیزوں کی تم کو نصیحت فرماتے ہیں تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔ حضرت عثمان بن مظعون فرماتے ہیں۔ کہ حضورؐ سے مجھے بہت محبت تھی۔ اور اسی شرم میں میں مسلمان ہُوا تھا کہ حضورؐ مجھ سے مسلمان ہونے کو فرماتے تھے اس وجہ سے میں مسلمان ہوگیا لیکن اسلام میرے دل میں نہ جما تھا۔ ایک مرتبہ میں حضورؐ کے پاس بیٹھا ہُوا کچھ باتیں کر رہا تھا کہ مجھ سے باتیں کرتے حضورؐ کسی دوسری طرف ایسے متوجہ ہو گئے، جیسے کسی اور سے باتیں کر رہے ہوں۔ تھوڑی دیر میں پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے تھے اور یہ آیت شریفہ ان اللہ یامر بالعدل آخر تک نازل ہوئی۔ اس آیت کا مضمون سُن کر اسلام میرے دل میں جم گیا۔ میں وہاں سے اُٹھ کر حضورؐ کے چچا ابو طالب کے پاس گیا (جو مسلمان نہ تھے) اُن سے جاکر میں نے کہا کہ میں تمہارے بھتیجے کے پاس تھا۔ ان پر اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ وہ کہنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اتباع کرو۔ فلاح کو پہنچوگے۔ خدا کی قسم وہ اپنی نبوّت کے دعوےٰ میں سچّے ہوں یا جھوٹے لیکن تمہیں تو اچھی عادتوں کی ہی تعلیم اور کریمانہ اخلاق سکھاتے ہیں۔ یہ ایسے شخص کی نصیحت ہے جو خود مسلمان بھی نہیں ہے۔ اور وہ بھی اس کا اقرار کرتا ہے کہ نبوت کا دعویٰ سچّا ہو یا جھوٹا لیکن اسلام کی تعلیم بہترین تعلیم ہے۔ وہ کریمانہ اخلاق سکھاتی ہے۔ مگر افسوس کہ آج ہم مسلمانوں ہی کے اخلاق سب سے زیادہ گِرے ہوئے ہیں۔

سورہ نور کے تیسرے رکوع میں کتنا اہم اور سخت واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ حضورؐ کی بیوی سارے مسلمانوں کی ماں اُن پر اولاد کی طرف سے بے بنیاد تہمت لگائی جائے اور اس کے پھیلانے والے ذی قربیٰ رشتہ دار ہوں جن کا گزر اوقات بھی ان کے باپ ہی کی اعانت پر ہو۔ اس پر باپ یعنی حضرت ابو بکر صدیقؓ کو جس قدر بھی رنج اور صدمہ ہو وہ ظاہر ہے۔ اس پر بھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ ترغیب کہ معاف کریں اور درگزر کریں اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کی طرف سے یہ عمل کہ جتنا پہلے خرچ کرتے تھے اس میں اضافہ فرمایا۔ پیارے بچّو س[illegible] اور غور کرو۔ کیا ہم بھی اپنے رشتہ داروں کے ساتھ ایسا معاملہ کرسکتے ہیں کہ کوئی ہم پر الزام رکھے۔ ہمارے گھر والوں کو ایسی سخت چیز کے ساتھ متہم کرے اور پھر ہم کلام پاک کی اس آیت شریفہ کو تلاوت کریں۔ اور اس رشتہ دار کی قرابت پر نگاہ رکھتے ہُوئے کسی قسم کی اعانت اس کی گوارا کرلیں۔ حاشا و کلا عمر بھر کی اس سے نہیں اس کی اولاد سے بھی دشمنی بندھ جائے گی۔ بلکہ جو دوسرے رشتہ دار اس سے تعلق رکھیں گے ان کا بھی بائیکاٹ کر دیں گے۔ اور جس کسی تقریب میں شریک ہونگے مجال ہے کہ ہم اس میں شرکت کرلیں کیوں فقط اس لئے کہ یہ لوگ ایسے شخص کی تقریب میں یا دعوت میں شریک ہوگئے جس نے ہمیں گالی دے دی۔ ہماری آبرو خراب کر دی۔ ہماری بہو بیٹی پر تہمت لگا دی۔ چاہے یہ لوگ اس گالی دینے والے کے فعل سے کتنے ہی ناراض ہوں مگر اس کی تقریب میں شرکت کے جرم [illegible] میں اُن سے بھی ہمارا قطع تعلق ہے۔ [illegible] جس کے دل میں حقیقی ایمان ہے۔ اللہ کی محبّت اس کی عظمت ان میں راسخ ہے اس کے پاک ارشاد کی ان کو وقعت ہے۔ اُنہوں نے اس پر عمل کرکے دکھا دیا۔ کہ اطاعت کرنا اس کو کہتے ہیں۔ مطیع ایسے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اپنے عالی شان کے موافق ان پر رحمتیں نازل فرمائے۔ اور ان کی شان کے موافق ان کے درجات بلند فرمائے۔ آخر یہ بھی جذبات رکھتے تھے۔ غیرت حمیت رکھتے تھے۔ ان کے سینوں میں دل اور اس میں جذبات بھی تھے۔ لیکن اللہ کی رضا کے سامنے کیسا دل اور کہاں کے جذبات کیسی غیرت اور کہاں کی بدنامی۔ اللہ کی رضا کے مقابلہ میں سب چیز فنا تھی۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین ثم آمین

باقی باقی

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۰۴۷
ایڈیٹر
عبدالمنان چوہان

منظور شدہ محکمہ تعلیم { ۱، لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء
۲، پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری C - B - T/۲۶۳۰، ۲۴۸۱ مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

بدل اشتراک
سالانہ ۵ روپے
ششماہی ۳ روپے
فی پرچہ ۲ آنے